Presented by: www.Jafrilibrary.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ شریفہ

اعتقاداتُ الامامیّہ

فی

ترجمہ الرّسالۃ اللّیلیّۃ

تصنیف و تالیف

فخر الاوّلین والآخرین رئیسُ المحدّثین عالمِ ربّانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلی اللہ مقامہٗ

ترجمہ وتحشیہ

صدر المحققین علامہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر مؤتمر علمائے شیعہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تعریف وتقریظ

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سربراہ تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ

تعریض وتقدیم

جناب مولانا سید حسین عارف صاحب نقوی ایم، اے

طبع ونشر

مکتبۃ السبطین

۲۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

نام کتاب : اعتقادات امامیہ فی ترجمہ الرّسالۃ اللّیلیّہ

تصنیف : علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ وتحشیہ : علامہ شیخ الحاج محمد حسین نجفی قبلہ مجتہد العصر

طبع ونشر : مکتبۃ السبطین ۲۹۶/۹۔بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

سن اشاعت : ۲۰۰۶ء

کمپوزنگ : محمد مجتبیٰ

اشاعت : بار سوم

قیمت : ۴۰ روپے

فون نمبر : ۰۴۸۔۳۲۱۷۱۶۱

ضامن بک ڈپو

دوکان نمبر 7 اندرون کربلا گامے شاہ لاہور

سید محمد علی نقی 0300-9481587 042-8534126

باسمه تعالیٰ

یہ رسالۂ شریفہ و اعجالۂ منیفہ اعتقادات امامیہ درترجمۂ رسالۂ لیلیہ اس دیدہ زیب اور دلکش شکل وھیئت میں مومنین کے مدت سے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے یہ جناب مستطاب الحاج چوہدری محمد اقبال صاحب آف اسلام آباد کے مخلصانہ تعاون کا ثمرہ ہے جناب موصوف نے اپنے والدین شریفین کے ایصال ثواب کی خاطر اس عجالۂ منیفہ کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے والدین شریفین کی مغفرت فرمائے اور آپ کو بیش از پیش اس قسم کے کارہائے خیر کے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ النبیؐ وآلہٖ

(وانا الاحقر محمد حسین نجفی بقلمہ سرگودھا)

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

فہرست

تقریظِ صداقت خطیظ سرکارِ علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ مدّ ظلہٗ

سربراہ تحریکِ نفاذِ فقہ جعفریہ و سرپرست مؤتمر عطاء شیعہ پاکستان

باسمہٖ سبحانہٗ

رسالۂ لیلیہ مجدد ملّتِ جعفریہ آیۃ اللہ المجلسی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو عقائدِ صحیحہ اثناء عشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ العلامہ الحجۃ مولانا محمد حسین صاحب قبلہ ابقاہ اللہ للعلم والدّین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

ہر مؤمن کو چاہیئے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہبِ شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال و آثارِ ائمہ سے مستنبط ہیں۔

(مفتی) جعفر حسین گوجرانوالہ

مجدد ملتِ جعفریہ علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہٗ ورفع فی الخلد اعلامہٗ کا رسالہ اعتقادات الامامیۃ کتبِ اعتقادیہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اُردو زبان میں شائع ہو جناب العلاّمہ الحجۃ مولانا محمد حسین صاحب دام علاہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور اس پر توضیحی حواشے بھی تحریر کیے۔

اب اس کی دوسری بار اشاعت کا بیڑہ ثالث النیرین جناب سید محمد ثقلین صاحب کاظمی دام مجدہٗ جنرل سیکٹری ادارۂ تبلیغ شیعہ اسلام آباد نے اُٹھایا جس میں مولانا موصوف نے حواشی میں معتد بہ اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و اہمیت بڑھ گئی ہے۔

توقع ہے کہ یہ اشاعت بھی سابقہ اشاعت کی طرح مقبولِ خواص و عوام ہوگی اور مومنین اسے اپنے معتقدات و نظریات کی بنیاد قرار دیں گے۔

مفتی جعفر حسین۔ گوجرانوالہ

۲۹ فروری ۱۹۸۰ء (بار دوم)

مقدمہ

محقق اسلامیات جناب مولانا سید حسین عارف نقوی ایم اے اسلام آباد

تمام فرق اسلامیہ میں سے شیعہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس کے جملہ عقاید و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، شیعوں کے علاوہ اگر کوئی اور دعوئ کرتا ہے تو وہ صرف دعوئ ہی دعوئ ہے اس کے لیئے کوئی عقلی یا نقلی دلیل فراہم نہیں کی جا سکے گی۔ یہ شیعہ ہی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

یا علی انت و شیعتک هم الفائزون یوم القیامة.

''اے علیؑ! تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب و کامگار ہوں گے۔''

غالباً اسی وجہ سے جناب شاہ عبدلعزیز محدث دہلوی جیسے شیعوں کے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ''شیعہ اولی ما ہستیم'' یعنی حقیقت میں شیعہ ہم اہل سُنت ہی ہیں لیکن جب روافض اور زیدیہ نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا تو ہم نے (اتہام سے بچنے کیلیئے) اہل سُنت کہلوانا مناسب سمجھا۔ ہمارے قارئین یہیں سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کوفے کے جن افراد نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے وہ دراصل کون تھے؟ کیوں کہ بقول محدث دہلوی مرحوم ''شیعہ اولی ما ہستیم''

صرف مذہب شیعہ ہی میں مُردے کو دفنانے سے پہلے اور دفنانے کے بعد تلقین پڑھی جاتی ہے، تلقین کیا ہے؟ شیعی عقاید کا تذکرہ، تاکہ مُردہ اور زندہ دونوں عقاید کو سُن لیں اور سمجھ لیں، وہ شیعی عقاید کیا ہیں؟ جو تلقین میں موجود ہیں سُنیئے:

(۱) اَللّٰه جَلَّ جَلا لَه رَبِّیْ

(۲) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمْ نَبِیّ

(۳) اَلْاِسْلَامُ دِیْنِیْ

(۴) اَلْقُرْآنُ کِتَابِیْ

(۵) اَلْکَعْبَۃُ قِبْلَتِیْ

(۶) امیر المومنین علیٌّ بن ابی طَالِبُ اِلیٰ الحُجَّۃ المنتظر ائمتی

(۷) مَاجَاءَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّم حَقٌّ

(۸) اِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

(۹) سوال مُنْکَرٍ وَّ نَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ

(۱۰) اَلْبَعْثُ حَقٌّ وَ الصِّرَاطُ حَقٌّ

وَ الْمِیْزَانُ حَقٌّ وَ تطائر الْکُتُبِ حَقٌّ وَ الْجَنَّۃُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ

وَ اِنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لَا رَیْبَ فِیْہَا و اَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ

یہ ہے شیعی عقائد کی مختصر فہرست، باقی تمام وہ باتیں جن کا اس میں واضح ذکر نہیں وہ ماجاء بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاتی ہیں اس لیے یہ کسی بھی شیعہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے کیونکہ ایسا کرنا دین سے خروج اور بغاوت ہوگا۔ اصطلاحاً ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو مُرتد کی سزا قتل ہے، اس کی تفصیلات کتبِ فقہ میں مل سکیں گی۔

البتہ شیعوں کے علاوہ جو دیگر فرقے ہیں ان میں توحید سے لیکر قیامت تک اور نماز سے لیکر جہاد تک بعض عجیب وغریب خلاف عقل ونقل باتیں ملیں گی مثلاً دیوبندی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ باقی سب مشرک ہیں لیکن وہ خود امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے رسالے ''یکروزی ص ۱۲۵ پر صاف موجود ہے۔'' خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں جو ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے نام سے مشہور ہے ص ۴۵ طبع دہلی پر صاف لکھا ہے کہ: ''امکانِ کذب باین معنیٰ کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مثلاً فرعون سے وعدہ ادخالِ نار کا کیا ہے مگر

ادخالِ جنّتِ فرعون پر بھی قادر ہے۔"

حالانکہ سورۂ زمر میں صاف موجود ہے:

وَ اللّٰهُ لا يُخْلِفُ الْمِيْعاد۔ "وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کے۔" یا بخاری شریف میں یہ الفاظ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں ڈال دے گا۔

اور شرح "فقہ اکبر" طبع کراچی ص ۱۴۸ کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں: **فقد نقل ان الامام ابا حنيفه قال رأيت ربّ العزتّ فى المنام تسعاً و تسعين مرّةً ثم راه مرّة اُخرىٰ تمام المِائَة**

"یعنی حضرت امام ابوحنیفہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔"

امام ابن تیمیہ نے جو اھل حدیث اور دیوبندی دونوں کے مقتدا ہیں کا کُرسی پر بیٹھ کر یہ کہنا کہ خدا بھی اسی طرح کُرسی پر بیٹھتا ہے جس طرح میں بیٹھا ہوں اور اُس کی کُرسی بھی اسی طرح چُوں چُوں کرتی ہے جس طرح میری اس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا توحیدِ حقیقی سے کہاں تک تعلق ہے؟

ان باتوں کو کہاں تک احاطہ تحریر میں لایا جائے، مختصراً شیعہ ان نظریات کو توحیدِ باری تعالیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور جب توحید ہی کا یہ عالم ہے تو

خشتِ اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے عادِل ہونے کو تو قائل ہی نہیں، اصولِ دین وایمان میں عدل شیعت کی پہچان ہے۔ اہلِ حکومت (؟) نے عدلِ خداوندی کو کیوں چھوڑا؟ ذرا مولانا شبلی کی زبانی سُنیے وہ اپنی کتاب "علم الکلام" ص ۲۵ طبع کراچی پر تحریر فرماتے ہیں:

"اختلاف عقاید کے اگر چہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالیٹکس سے یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی، بنی اُمیہ کے زمانے میں چونکہ سفا کی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتوں میں شورش پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفدارانِ حکومت یہ کہہ کر اس کو چُپ کرا

دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، ہم کو دم نہیں مارنا چاہیئے۔

"اٰمَنَّا بِالْقَدرِ خَیرِہٖ وَ شَرِّہٖ"

نُبُوۃ کے بارے میں تو مخالفینِ شیعہ نے عجیب عجیب روایات گھڑ لیں، مثلاً بخاری و مسلم میں ہے: "عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لم یکذب ابراهیم علیه السلام الّا ثلاث کذبات."

"حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ بولے۔"

لیکن جب اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو سیّدنا ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہی ہیں!! اس قسم کی روایات شیعوں کے مخالفین کی کتب میں بے شمار ہیں، مناظرہ مقصود نہیں صرف حقیقت کا اظہار مطلوب ہے۔ اور پھر حضرت عمرؓ نے آخری وقت میں جو حضورؐ کے متعلق فرمایا، اسے احاطۂ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں، رہے انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تو ان کے بارے میں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ کا فتویٰ شرح فقہ اکبر طبع کراچی ص ۱۲۸ پر ان الفاظ میں موجود ہے:

"وَ الدا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلّم ماتا علی الکفر هذا ردّ علی من قال انهما ماتا علی الا یمان."

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین نے کفر پر وفات پائی یہ اس پر رد ہے جو کہتا ہے کہ انہوں نے ایمان پر وفات پائی۔

رہا مسئلہ امامت تو یہ تو اپنی تمام صفات کے ساتھ شیعیت کے ساتھ مخصوص ہے رہے غیر شیعہ تو بخاری شریف میں موجود ہے:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے اسے صبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے باہر ہوا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور اسی بُخاری و مسلم میں موجود ہے:

''نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مطیع کی طرف آئے، ایام حرہ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب لوگ یزید کی بیعت توڑ رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت ابنِ عمر کے لیے تکیہ لاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: میں تمھارے پاس بیٹھنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تمھیں تو ایک حدیث سُنانے آیا ہوں کہ میں نے رسولؐ اللہ سے خود سُنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے گا یعنی اس کی بیعت توڑ دے گا، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئیگا تو اس کے پاس حُجت اور بُرہان نہ ہوگی اور جو شخص مر گیا درآں حالیکہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مر گیا۔''

چلئے حضرت امام حسینؑ پر تو جو فتویٰ عائد کرنا تھا کر دیا مگر عبداللہ بن زبیر تو صغارِ صحابہ میں سے ہیں اور اگر اصحابی کالنجوم بھی صحیح ہے تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

اسی طرح آپ مخالفینِ شیعہ کے تمام اصول و عقائد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب لیلیہ حضرت علامہ حافظ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، مجلسی علامہ ان معنوں میں نہیں ہیں جن میں یہ لفظ آج کل ہر کس و ناکس کے لیے استعمال ہو رہا ہے بلکہ بقول مرحوم مرزا محمد تنکابنی: ''علامہ مصطلح است در یں کہ جامع علم منقول و معقول باشد''

''علامہ مجلسی ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ سینکڑوں کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ''بحار الانوار'' کے آپ ہی جامع ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں ایران میں سو جلدوں میں نسخ ٹائپ میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا ظاہر و باطن دیدہ زیب ہے۔ علامہ مجلسی نے اپنی اس کتاب میں دیگر کتابوں کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف حسن وغیرہ احادیث کو درج کر دیا ہے اس لیے اس فن کا ماہر ہی براہ راست اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔:

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی کے زمانے میں بھی شیعوں پر اسی طرح الزام تراشی کی جاتی تھی جس طرح آج کل، آپ صحیح عقاید اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے زمانے میں صوفیا حضرات اسلامی عقاید سے ہٹتے جارہے تھے اور انھوں نے بعض من گھڑت اوراد و وظائف کو اصل دین سمجھا ہوا تھا کچھ اسی طرح جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بعض نام نہاد صوفیا کر رہے ہیں مزارات پر بعض ایسے افعالِ شنیعہ ہو رہے ہیں جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مزارات کہ جنھیں دیکھ کر آخرت یاد آنی چاہیئے تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہاں جا کر آخرت بھول جاتی ہے۔

کچھ مترجم کے بارے میں:

اس کتاب کا ترجمہ حضرت العلامہ استاذ العلماء حُجۃ الاسلام مولانا الحاج محمد حسین صاحب قبلہ نجفی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ مولانا موصوف قوم کے جٹ ہیں اور ڈھکو شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جہانیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، والد کا نام تاج الدین تھا، ابتدائی تعلیم ثانوی کلاسوں تک دنیاوی مدارس میں پائی پھر ذہن پر علم دین کا غلبہ ہوا اور ایک شیعہ دینی مدرسہ محمدیہ جلالپور ننگیانہ ضلع سرگودھا میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا علامہ سید محمد یار شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور بدھ رجبانہ ضلع جھنگ میں استاذ العلماء مولانا محمد باقر صاحب نقوی مرحوم سے کسب فیض کیا ۱۹۵۳ء میں امتیازی طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک نجف اشرف میں رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی وہاں کے اساتذہ میں آیۃ اللہ سید جواد تبریزی، آیۃ اللہ سید ابوالاعلیٰ سبزواری، آیۃ اللہ محسن الحکیم اور حضرت آیۃ اللہ بزرگ تہرانی صاحب قابل ذکر ہیں۔

آپ نے حسب دستور دیئے ہوئے عنوان پر عربی زبان میں رسالہ لکھا اور یوں درجۂ تخصص کو بھی طے کرلیا۔ تخصص کے لیے ہماری زبان میں ''علامہ''۔ ''ڈاکٹر''۔ اور ''پی ایچ ڈی'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں جب وطن مراجعت فرمائی تو اس وقت مرکزی دینی درسگاہ دار العلوم محمدیہ سرگودھا کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے، ۱۹۷۱ء تک برابر گیارہ سال اس خدمت کو بحسن وخوبی سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں بوجوہ چند در چند استعفیٰ پیش کر دیا، اس کے بعد سے آپ کو پھر کئی مرتبہ اس عہدے کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اب آپ نے ۲۲

کنال ۸ مرلے زمین سرگودھا میں حاصل کی ہے جس پر جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ تعمیر ہورہا ہے اور برابر منازلِ ترقی طئے کررہا ہے اور مومنین کرام خصوصی توجہ فرمارہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں:

۱۔رسالہ اصلاح المحافل والمجالس:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس رسالے پر بہت لے دے ہوئی اس رسالے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں تیسرا ایڈیشن اسلام آباد سے فاضل نوجوان مولانا سید محمد ثقلین صاحب کاظمی مدظلہ، نے اس رسالے کی تلخیص کی صورت میں افادہ عام کیلئے شائع کرایا ہے۔

۲۔احسن الفوائد فی شرح العقائد:

حضرت شیخ صدوق کی کتاب اعتقادیہ کی اُردو شرح ہے عقلی اور نقلی استدلال سے پُر ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۳۔اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ:

احسن الفوائد فی شرح العقائد کے ایک باب پر جو تفویض پر مشتمل ہے پر بعض شیخی خیالات کے افراد نے علوم اھل بیت سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے اعتراضات کیے تھے، یہ کتاب ان کے جوابات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شیخیوں کے مقابلے میں شیعیوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۴۔اثبات الامامت:

اس کتاب میں ائمہ اثناء عشر علیہم السلام کی امامت کو نصوص کتابِ وسُنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔سعادۃ الدّارین فی مقتل الحسینؑ:

مستند واقعاتِ کربلا پر مشتمل ہے، کیا ہی بہتر ہوتا اگر اس کتاب میں واقعاتِ کربلا کے عادل عینی شاھد کی روایات بھی قلمبند کر دی جاتیں تاکہ اس مقدمے کو عدالت میں لے جانا آسان ہو جاتا۔

۶۔تنزیہہ الامامیہ:

پیر قمرالدین صاحب سیالوی نے شیعوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ''مذہب شیعہ تھا۔'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کو شیعیت تو خیر اپنے گھر کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں۔ یہ کتاب اس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۷۔تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت:

''آفتاب ھدایت'' کرم دین صاحب ضلع چکوال کی تالیف ہے، جو شیعوں کے خلاف انتہائی دلِ آزار انداز میں لکھی گئی ہے مولوی کرم دین صاحب مسلکاً بریلوی حنفی تھے۔ ''سیف الملوک'' کے مولف محمد بخش کھڑی شریف المتوفی ۱۹۱۱ء نے ایک کتاب ''ہدیۃ المسلمین'' دیوبندیوں کے خلاف لکھی تھی، اس کتاب پر مولوی کرم دین صاحب آف بھین کی تقریظ بھی شامل ہے چنانچہ آپکی تقریظ کے اشعار یہ ہیں؟

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے ☆ جو بد باطن، خبیث اور بدزباں ہے
وہ کہلاتے ہیں لامذہب وہابی، ☆ بڑا گمراہ گروہِ نجدیاں ہے،
میاں مٹھو ہیں بنتے اپنے منہ سے، ☆ بنا فرعون ہر اک بے سماں ہے
(''ہدایۃ المسلمین'' ص۱۲۲)

مجھے اس وقت کرم دین صاحب کے مذہب سے بحث نہیں کرنی ان کا مذہب تو ''تذکرہ علمائے اہل سُنت'' اور ''تاریخ احمدیت'' جلد۲ میں دیکھا جا سکتا ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بڑی ڈھٹائی سے ''آفتاب ہدایت'' کے جدید ایڈیشن میں اپنے والد کو دیوبندی مسلک کا تابع لکھ مارا ہے۔

''تجلیاتِ صداقت''۔''آفتابِ ھدایت'' کا جواب باصواب ہے جو چکوال ضلع جہلم سے انجمن حیدریہ کے نوجوان کارکن جناب سید نیر حسین صاحب نقوی نے شائع کی ہے۔البتہ قاضی مظہر حسین نے اس کتاب پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔اور تجلیات صداقت کے اگلے ایڈیشن میں اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۸۔ ''قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ'':

یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد فقہی ابواب پر مشتمل شائع ہونے والی ہے۔ (بفضلہٖ تعالیٰ کئی بار طبع ہو چکی ہے)

ان کتب کے علاوہ ''تحفہ اثناء عشری'' کا جواب، ردِ مرزائیت پر ایک کتاب اور فقہ جعفریہ و فقہ حنیفہ کا تقابلی مطالعہ کے عنوان سے بھی ایک کتاب زیرِ تالیف ہے۔ اُمیدِ خاطر ہے انشاء اللہ جلد منصّہ شھود پر آجائیں گی۔ ''منیة المرید'' کا ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام علمی کام ایسی حالت میں کیا ہے کہ سال میں شاید صرف ماہِ رمضان المبارک ہی میں گھر بیٹھتے ہیں باقی تمام وقت تقاریر کے سلسلے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو، جہاں اس مردِ مُجاھد کی آواز نہ پہنچی ہو، کچھ اپنوں نے ذکر کیا کچھ مخالفین نے، گزشتہ دو سالوں سے انگلینڈ مجالس محرم و چہلم کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر اب علامہ مولانا محمد حسین صاحب قرآن و قرآنیات اور حدیث کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ اُردو زبان میں شیعوں کے ہاں لٹریچر ان موضوعات پر بہت کم ہے۔[1]

احقر العباد سید حسین عارف نقوی اسلام آباد

۴ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء۔

---

[1] بحمد اللہ حضرت موصوف اپنی شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں اور قرآن مجید کے ترجمہ و حاشیہ کے علاوہ دس جلدوں میں ایک تفسیر عدیم النظیر فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن بھی مکمل کر لی ہے جسکی آٹھویں جلد پریس سے باہر آگئی ہے۔ اور حدیث میں مشہور کتاب وسائل الشیعہ کا ترجمہ و تحشیہ بنام مسائل الشریعہ بیس جلدوں میں مکمل کیا جو برابر چھپ رہا ہے نیز حدیث قدسی کے موضوع پر بھی ایک جامع کتاب بنام کواکب مضیۂ در احادیث قدسیہ بھی شائع کی ہے، علاوہ بر ایں سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات کے موضوع پر بھی ایک مکمل کتاب بنام زاد العباد لیوم المعاد چھپ رہی ہے۔ اور بفضلہٖ یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (ناشر)۔

باسمہ سبحانہ

گفتـــار اولین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفىٰ وَ سَلَامٌ عَلىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفىٰ

آج قوم شیعہ عقائد کے جس بُحران میں مبتلا ہے اور جس پُر آشوب دور سے گزر رہی ہے وہ بموجب ''عیاں راچہ بیاں'' کسی تشریح وتوضیح کا محتاج نہیں ہے۔ آج افراتفری اور انار کی عام ہے اور مرکزیت وتحقیق کا فقدان ہے۔ آج ذاتی خیالات اور ذہنی اختراعات وقیاسات کا نام دینی اعتقادات اور مذہبی ایمانیات رکھا جاتا ہے۔ جہالتِ مرکبہ کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص اپنی عقلی اپروچ کو ''معرفت'' کا نام دیکر خود عارِف المعارِف کہلا کر دوسروں پر تقصیر وکوتاہی کا الزام عاید کررہا ہے اور ہر آدمی شتر بے مہار کی طرح اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو حق و باطل کا معیار قرار دے رہا ہے، یہ نتیجہ ہے اس پُرانی روش ورفتار کا کہ عامۃ الناس صرف جاہل ذاکرین یا عام غیر ذمہ دار مبلغین ومقررین سے عقاید وحقائق دینِ مبین حاصل کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور بچپن سے عام سنی سنائی باتوں کو وحی منزل کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو عقلی وفکری تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور علومِ اہلبیت کی روشنی میں علماء اعلام کی لکھی ہوئی کتب کلامیہ ان کی نظروں سے اوجھل ہیں کیونکہ عوام الناس کی اُن تک رسائی نہیں ہے اور نام نہاد اکثر خواص ان کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان حالات میں ہم بڑے غور وفکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان ناگفتہ بہ حالات کی اصلاح کا احسن وعمدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

علم عقاید و کلام میں اپنے علماء اعلام کی لکھی ہوئی علمی و تحقیقی کتابوں کے اُردو میں تراجم و خلاصے پیش کیے جائیں تا کہ طالبانِ رُشد و ھدایت کے لیے حق و حقیقت کا دروازہ کھل جائے اور دوسرے عام لوگوں پر بھی اتمام حجت ہو جائے۔

لیهلک من هلک عن بینة و یحییٰ من حی عن بینة

چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ہم بفضل اللہ تعالیٰ رئیس المحد ثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے اعتقاداتِ شیعہ کا ترجمہ اور اس کی محققانہ مفصل شرح ''احسن الفواید فی شرح العقائد'' کے نام سے قوم وملت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور وہ کتاب بعونہٖ تعالیٰ قبولِ عام کی سند دوام حاصل کر چکی ہے اور چونکہ وہ بڑی ضخیم اور علمی و تحقیقی کتاب ہے نیز قدرے مشکل اور غامض حقائق پر مشتمل ہے اور ہر شخص کی ذہنی سطح اس قدر بلند نہیں کہ اس سے کماحقہ، استفادہ کر سکے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ تمام عقایدِ امامیہ اثناء عشریہ کا مختصر مگر جامع خاکہ بعض اساطین مذہب کے قلم سے پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں ہماری نظرِ انتخاب مروّج المذہب والدّین، قُرّۃ العلم والعلماء الربّانییّن العالم الربّانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلیٰ اللہ مقامہ کے رسالہ شریفہ معروف بہ رسالۂ لیلۃ اعتقادیہ پر پڑی جو باوجود مختصر ہونے کے تمام بنیادی عقاید و معارِف اور زندگی گزارنے کے زریں اصولوں پر مشتمل ہے۔ سرکارِ علامہ بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھے، جن حالات سے ہم دوچار ہیں۔ سرکار نے درحقیقت کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ حضرت علامہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں جن کے مذہبی و ملّی خدمات جلیلہ کے پیشِ نظر شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے ''تحفہ اثناء عشریہ'' میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ''اگر بنا مند دینِ شیعہ را بدین مجلسیؒ ہر آئینہ درمحل خواہد بود'' (اگر مذہب شیعہ کو مجلسی کا مذہب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔)

بہر نوع ہماری تازہ پیشکش اسی رسالۂ جلیلہ کا رواں دواں اور مطلب خیز ترجمہ ہے جو جابجا مفید حواشی سے مزین و مرصع ہے۔ ہمیں اپنی قوم کے علم و مذہب دوست طبقہ سے رجاءِ

واثق وامیدِ کامل ہے کہ ہماری اس تازہ علمی پیشکش کو بنظرِ استحسان وامتنان دیکھیں گے اور اس کو وہ مقام دیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ واضح رہے کہ علماء متقدمین میں رئیس المحد ثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ عدیم المثال عالم دین ہیں اور علماء متاخرین میں غواص بحارالانوار حضرت علامہ مجلسی عدیم النظیر فاضل متین ہیں ہم نے دونوں بزرگواروں کے محنت شاقہ سے اللہ سبحانہ کے قرآن اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں پیش کردہ عقائد اسلام وایمان ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کردیئے ہیں تاکہ عوام اور خواص پر حجت تمام ہو جائے تاکہ کل فردائے قیامت کوئی بدعقیدہ آدمی کوئی عذر و بہانہ پیش نہ کر سکے اور ہم پر عقائد وافکار میں جدت وحدت کا الزام نہ لگا سکے واللہ من وراء القصد۔

و انا الاحقر محمد حسین النجفی عُفِیَ عَنۂ

۲۵ فروری ۱۹۸۰ء بمطابق

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تاریخ نظر ثانی برائے طباعت ثالثہ

۱۳ اگست ۲۰۰۵ء ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

بروز بدھ بوقت پونے چار بجے دن

والحمدللہ

رسالة الاعتقادات للعلّامه المجلسی علیه الرّحمه

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه الذی سهّل لنا سلوک شرائع الدّین و اوضح اعلامهٗ و بیّن لنا مناهج الیقین فاکمل بذلک علینا انعامه و خصّنا بسیّد انبیائهٖ و نخبة اصفیائهٖ فاستنقذنا به من شفاجرف الهلکات و بصّرنا به طریق الارتقاء علی اعالی الدّرجٰت و اکرمنا باهل بیت نبیّهٖ سادات البشر و شفعاء یوم المحشر فنوّر قلوبنا بانوار هدایتهم و شرح صُدُورنا باسرار محبّتهم صلوات اللّٰه علیهم ابد الأبدین و لعنة اللّٰه علیٰ اعدائهم اجمعین ہ اما بعد فیقول المشتاق الی ربّه الغافر ابن محمد تقی محمد باقر اوتیاکتابهما یمیناً و

اعتقادات الامامیه فی ترجمة الرّسالة اللّیلیة

بِسم الله الرحمن الرحیم

و بہٖ نستعین و نصلّی و نسلم علی رسوله الکریم واله الطّاهرین ونلعن علی اعدائهم اجمعین من یوم عداوتهم الیٰ یوم الّدین بل ابدا الأبدین و دهر الداهرین۔

امابعد! سر کارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ خطبہ مسنونہ کے (بعد جو کہ حمدِ خداو ثناءِ مصطفیٰؐ اور مدح ائمہ ھدیٰ پر مشتمل ہے) فرماتے ہیں کہ اپنے ربِّ غافر کی رحمت و مغفرت کا مشتاق محمد باقر ابنِ (فاضل) محمد تقی (مجلسیؒ) خدا دونوں باپ بیٹے کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دے اور ان کا حساب آسان فرمائے، کہتا ہے کہ مجھ سے اس شخص نے خواہش کی جسے خدائے رحیم نے رُشد و ھدایت کے راستوں کے طلب کرنے کی راہنمائی فرمائی ہے اور جس کے دل و دماغ میں قیامت کا خوف ودیعت فرمایا ہے کہ میں اس کے لیے وہ جادۂ رُشد و ھدایت واضح و آشکار کروں جو خدائے رحمٰن نے (از راہ لُطف و امتنان) اس پُر آشوب زمانہ

حوسبا حساباً يسيراً انّه قدسئلنى بعض من هداه اللّٰه الى طلب مسالک الحق والرشاد و اودع لبه خوف المعاد ان ابيّن له ما هدانى اللّٰه تعالىٰ اليه من طريقة النّجاة فى هٰذا الزّمان الذى اشتبه على الناس الطرق و اظلم عليهم المهالک و استحوذ الشيّطٰن على اوليائه فاوردهم المهالک فنصب الشيطٰن و احزابه من الجنّ و الانس على طريق السّالكين الى اللّٰه فخوفهم يميناً و شمالاً وسولوالهم على مثال الحق بدعة و ضلالاً فوجب علىّ ان ابين له مناهج الحق والنّجاة باعلام نيّرة و دلائل واضحة و ان كنت على وجل من فراعنة اهل البدع و طغيانهم.

فاعـلـمو يا اخوانى انى لا اخونـكم نصـحاً و لا اطـوى عـنكم كشحاً فى بيان ماظهر لى

میں مجھ پر واضح و عیاں کیا ہے، جس میں لوگوں پر (حق کی) راہیں مشتبہ اور ہلاکت گاہیں تیرہ و تار ہو گئی ہیں اور شیطان اپنے دوستوں پر پوری طرح مسلّط ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ان کو چاہِ ہلاکت میں ڈال رہا ہے، اور اس نے اور اس کے جنّی و انسی اعوان و انصار نے اللہ والوں کے راستے پر ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور ان کو ادھر اُدھر بھٹکا رہے ہیں اور اُن کی نظروں میں بدعت و ضلالت کو حق و حقیقت کے لباس میں پیش کر رہے ہیں، ان حالات میں مجھ پر واجب تھا کہ میں اس کے لیے (بلکہ ہر طالبِ رُشد و ھدایت کے لیے) حق اور نجات کو روشن نشانوں، واضح دلیلوں اور غیر مبہم بیانوں کے ساتھ کھول کر بیان کروں، اگرچہ (ایسا کرنے سے) مجھے بدعتی لوگوں کے فرعونوں سے (ذاتی نقصان وزیان کا) خطرہ دامن گیر ہے، (مگر اظہارِ حق کے سلسلہ میں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے)

میرے دینی بھائیو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں تمھیں نصیحت کرنے میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی نہیں کروں گا اور جو کچھ حق و صدق مجھ پر ظاہر و آشکار ہوا ہے اُس کے اظہار میں کسی قسم کی پہلو تہی نہیں کروں گا،

من الحق و ان رغمت منه المراغــم و لا اخــاف فی الله لومة لائم.

اگر چہ یہ حقائق بعض لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزریں کیوں کہ میں خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرتا[1]

سرکارِ محمد و آل محمد کا مقدس تذکرہ:

یا اخوانی لا تذ هبو شمالاً و یمیناً و اعلموا یقیناً ان اللّٰہ تعالیٰ اکرم نبیّہٗ محمدًا و الٖہ سلام اللّٰہ علیهم ففضّـلهم علی جمیع خلقهٖ و جعـلهم معادن علمهٖ و حکمتهٖ فهم المقصودون فی ایجاد عالم الوجود المخصوصـون بالشّفاعة الکبریٰ و المقام المحمود و انهم وسائط فیوض اللّٰہ تعالیٰ فی هذه النّشأة والنّشأة الاخریٰ اذهم القابلون

برادرانِ ایمانی! اِدھر اُدھر نہ بھٹکو اور بالیقین جان لو کہ سرکارِ محمد و آل محمد علیہم السلام کی عزت و عظمت اور مجد و کرامت کا یہ عالم ہے کہ خداوندِ عالم نے ان کو اپنی تمام مخلوق پر افضلیت و برتری عطا فرمائی ہے اور ان کو اپنے علم و حکمت کا خزینہ دار قرار دیا ہے۔ یہی وہ ذواتِ مقدسہ ہیں جو اس عالمِ وجود کے ایجاد و تخلیق کا مقصودِ اصلی ہیں اور یہی ذواتِ عالیہ شفاعتِ کبریٰ و مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہی نفوسِ زاکیہ عالمِ دُنیا اور عالمِ آخرت میں بندوں تک خداوندِ عالم کے فیض و برکات کے (پہنچنے) کا وسیلہ و ذریعہ ہیں کیونکہ یہی بزرگوار (بلاواسطہ فیوضِ الٰہیہ اور

---

[1] اور یہی اس گنہگار مترجم و شارح کا مسلک اور نظریہ ہے جس پر اس کی زندگی کے تمام اعمال و افعال، افکار و انظار اور اس کے جملہ لیل و نہار شاہدِ صادق ہیں، گویا کہ کوئی ہاتفِ غیبی اسے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

خدا رکھے سروں پر قوم کے سایہ ترادائم
کئے جا خدمت دین لا تخف من لومۃ لائم (منہ عفی عنہ)

للفیوض الالٰهیة والرحمات القُدسیّه و بتوسطهم (وبطفیلهم) تفیض الرحمة علی سائر الموجودات و هذه الحکمة فی لزوم الصّلوٰة علیهم و التوسّل بهم فی کل حاجة لا نه اذا صلی علیهم لا یرد

لان المبدأ فیّاض و المحلّ قابل و برکتهم تفیض علی الدّاعی بل علی جمیع الخلق

رحماتِ قُدسیہ کے قبول کرنے کی اہلیت و لیاقت رکھتے ہیں، پھر ان کے توسط و طفیل سے باقی موجودات پر رحمتِ ایزدی کا فیضان ہوتا ہے[1]۔

طلبِ حاجت کے وقت (یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد) ان حضرات پر درود و سلام بھیجنے اور ان کے ساتھ توسّل حاصل کرنے میں یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ دُعا مستجاب ہو جائے اور مقصد بر آری ہو جائے کیونکہ ان پر درود و سلام بھیجنے کی درخواست تو کبھی ردّ نہیں ہوتی کیونکہ مبداء (ذاتِ اَحدیّت) فیاض و جواد ہے اور محل (یہ ذواتِ مقدسہ) قابل ہے (پھر درخواست منظور کیوں نہ ہو، اور یہ بات ذاتِ احدیت کے شایان شان نہیں ہے کہ دعا کے ابتدائی اور انتہائی حصہ کو تو قبول فرمائے اور درمیانی حصہ

[1] بعض فاسد العقیدہ لوگ سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا کلام کو بموجب تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ، اپنے اس عقیدۂ باطلہ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ ائمہ اطہار کے واسطہ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ "یہ ذواتِ مقدسہ خدا سے لیتے ہیں اور بندوں کو دیتے ہیں" یا یہ کہ "یہ بزرگوار خلق و رزق میں واسطہ و آلۂ خداوندی ہیں یعنی ان کے ہاتھ سے خدا خلق و رزق کا کام انجام دیتا ہے۔" حالانکہ اگر سرکارِ علامہ کے اس پورے کلام میں معمولی سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کے واسطۂ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات باعثِ تخلیقِ موجودات و علّتِ غائی ممکنات ہیں یعنی خداوند عالم نے ثریٰ سے ثریا تک اور عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب ان کی برکت اور ان کے طفیل پیدا کیا ہے یعنی اگر خداوند عالم کو ان ذواتِ قادسہ کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی بھی چیز کتمِ عدم سے نکل کر عرصۂ وجود میں کبھی قدم نہ رکھتی

امثّل لکم مثالاً تقریباً الی افهامکم مثلاً اذ جاء کردی او اعرابی جاهل غیر مستاهل للاکرام الیٰ باب السّلطان فامر له السّلطان ببسط الموائد و انواع الکرم و الفوائد ینسبه العقلاء الی قلّة العقلِ و سخافة الرائی بخلاف ما اذا بسط ذالک لا حد من مقرّبی حضرتهٖ او وزرائهٖ او امرائهٖ فاجابه فحضر الکردی اوالاعرابی تلک المائدۃ فاکل یکون مستحسناً بل لواکل منه آلا ف امثالهٖ یعدّ .

کورد کردے) اور ان کی برکت کا فیضان نہ صرف اس دُعا کرنے والے پر بلکہ تمام مخلوقِ خدا پر برابر جاری و ساری ہے۔ مذکورہ بالا مطلب کو تمھارے ذہن نشین کرانے کیلئے میں ایک مثال پیش کرتاہوں۔ فرض کرو ایک کُردی یا کوئی جاہلِ بدّو جو کسی قسم کے اکرام و احترام کے لائق نہیں ہے، بادشاہ کے دروازے پر حاضر ہو اور بادشاہ اس کا اکرام و احترام کرے، اس کے لیے دستر خوان بچھائے اور اس پر مختلف انواع و اقسام کے کھانے چُنوائے تو عقلائے روزگار اس بادشاہ کو کم عقل اور سیئی الرّائے قرار دیں گے، بخلاف اس کے اگر وہ یہ سارا انتظام و اہتمام اپنے کسی خاص مقرب بارگاہ یا اپنے کسی وزیرِ باتدبیر یا کسی امیر کبیر کے لیے کرے اور پھر کھانے کے وقت کوئی کُردی یا بدّو آکر کھانے میں شریک ہو جائے بلکہ اگر ایسے موقع پر ایسے ہزاروں آدمی بھی آکر اس ضیافت میں شامل ہو جائیں (اور ان کو روکا نہ جائے) تو یہ بات بادشاہ کے لیے قابلِ تعریف سمجھی جائے گی اور

جیسا کہ سرکارِ علامہ نے بادشاہ اور بدّو کی ضیافت والی مثال سے اس مطلب کی پوری پوری وضاحت کردی ہے اور اس سے علامہ مرحوم کی حوض والی تمثیل کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔ (جو سرکار موصوف نے ذرا آگے چل کر پیش کی ہے) اس سے بطور استعارہ اصل مقصد ان حضرات کا علّتِ غائی ممکنات ہونا ثابت کرنا ہے وبس اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ

من جميل الكرم بل ربمايعدّ منعه قبيحاً	اس کے سخاوتی کارناموں میں شمار ہو گی، بلکہ ایسے موقع پر ایسے حقیر لوگوں کو روک دینا قابلِ ملامت فعل سمجھا جاتا ہے۔
وايضاً كما كنا فى غاية البعد عن جناب قدسهٖ و حريم ملكوتهٖ و ما كنا مرتبطين بساحة	**ضرورت وسیلہ وفلسفۂ بشریت انبیاء:** چونکہ ہم لوگ طبعی کثافتوں کی وجہ سے خداوندقدّوس (جو کہ تجرد ولطافت کے آخری درجہ رفیعہ پر فائز ہے) کی ساحتِ قدس سے بہت دُور ہیں اور ہم جیسی حقیر اور عزت و

بزرگوار خدا سے لیتے اور مخلوق کو دیتے ہیں، یعنی نظام عالم کو خود چلاتے ہیں اور خلق ورزق میں خدا کے آلات واسباب ہیں۔ یہ مطلب بالکل باطل وعاطل ہے چنانچہ عالمِ جلیل آقائے سید عبدالحسین اپنی کتاب 'الکلم الطیّب' جلد ا ص ۱۱۹ طبع اصفہان پر لکھتے ہیں:
''واسطۂ فیض بودن باین معنی کہ از خدا بگیرند وبخلق بدہند، چنانچہ بعضے گمان کردہ اند درست نیست نہ تنہا دلیلے برائے اثبات آں مدعا ندارند بلکہ ادلۂ برخلافِ آں قائم است وایں عقیدہ باتوحید افعالی منافات دارد۔'' یعنی ائمہ اطہار کا بایں معنی واسطۂ فیض ہونا کہ خدا سے لیتے ہیں اور خلق کو دیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے درست نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس مطلب کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف دلائل قائم ہیں، یہ عقیدہ توحید افعالی کے منافی ہے۔ ''سید العلماء مولانا سید حسینؒ لکھنوی نے ''حدیقۂ سلطانیہ'' جلد ۳ ص ۹۱ طبع لکھنو پر واسطۂ فیض بمعنی مذکور کی نفی کو ضروریات دین سے قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''نفی واسطہ فی الخلق از ضروریات دین است'' اور اسی جلد کے ص ۱۷۸ پر اس عقیدۂ باطلہ کو کفر قرار دیا ہے۔ ''درروایاتِ دیگر ماثور است کہ قول آلہ وواسطہ بکفر است'' ان حقائق کی روشنی میں واضح و آشکار ہو گیا کہ ان ذواتِ عالیہ کے وسیلہ وواسطہ ہونے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ علّتِ غائی ممکنات اور اصل مقصودِ کائنات ہیں اور ان کے توسّل و طفیل سے بارگاہِ الوہیت میں دُعائیں قبول، عبادات مقبول اور حاجات پوری ہوتی ہیں اور انھی کے صدقہ سے اہلِ عالم کو اللہ کی سرکار سے سب کچھ مل رہا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

عزّہ و جبروتہ فلا بدان یکون بیننا و بین ربنا سفراء و حجب ذوواجھاتٍ قدسیة و حالات بشریة یکون لھم بالجھات الاولیٰ ارتباط بالجناب الاعلیٰ یاخذون منہ الحکم و یکون لھم بالجھات الثانیة مناسبة للخلق یلقون الیھم ما اخذوا عن ربھم فلذا جعل اللّٰہ تعالیٰ سفرائہٗ و انبیائہٗ ظاھراً من جنس البشر و باطناً مبایناً عنھم فی اطوارھم واخلاقھم و نفوسھم

عظمت سے تہی دست اور فقیر مخلوق کا براہ راست) اس کی بارگاہ عزّت و جبروت سے کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اس لیے عقلاً ضروری ہے کہ ہمارے اور ہمارے اس عظیم پروردگار کے درمیان کچھ ایسے سفیر اور وسیلے ہوں جو دوجنبے رکھتے ہوں یعنی جہاتِ قُدسیہ و رُوحانیہ اور حالاتِ بشریہ وانسانیہ دونوں رکھتے ہوں تا کہ پہلی جہت (قُدسی و روحانی) کی بناء پر ذاتِ احدیت سے ان کا رابطہ قائم ہو اور اس سے احکام و مصالح حاصل کر سکیں اور دوسری جہت (بشری وانسانی) کی بناء پر عام مخلوق سے مناسبت رکھتے ہوئے انہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا سکیں، اسی حکمت کے پیشِ نظر خالقِ حکیم نے اپنے ان سفیروں اور نبیوں کو بظاہر انسانوں کی قسم سے بنایا مگر بباطن اخلاق واطوار اور نفوس و قابلیات میں ان سے ممتاز و مبائن[۱] قرار دیا۔

[۱] شیخی العقیدہ لوگ اپنے اس خانہ ساز نظریۂ باطلہ کہ سرکار محمدؐ علیہم السلام کی نوع انسانی نوع سے جُداگانہ ہے، کو سہارا دینے کیلئے سرکارِ علامہ مجلسی کے رسالۂ لیلہ اعتقادیہ کی یہ عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اگر بہ نظرِ عدل و انصاف دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس عبارت کو ان لوگوں کے اس فاسد عقیدہ کے ساتھ کچھ بھی ربط و تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا صاف وصریح مفہوم یہ ہے کہ یہ ذواتِ مقدسہ گو ہیں تو انسان مگر اپنے مخصوص روحانی کمالات اور فضائل و معجزات کی بناء پر دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز ہیں اور اس بلندی مقام و رفعتِ شان میں کوئی بھی انسان ان کا شریک نہیں ہے یعنی درجات و مقامات میں اس قدر تفاوت ہے کہ ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر، ہم پتھر ہیں تو وہ گوہر ہم سنگِ خارا ہیں تو وہ پارس، ہم

و قابلیاتهم فهم مقدّسون روحانیون قائلون انما انا بشر مثلکم لئلا ینفر عنهم امتهم و	پس یہ وہ مُقدس روحانی بزرگوار ہیں جو کہتے ہیں کہ: ''ہم تم جیسے بشر ہیں'' تا کہ ان کی اُمت ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے مانوس ہو اور ان سے (احکام) قبول کرے

ذرہ ہیں تو وہ آفتاب ہم جاھل ہیں تو وہ عالم، ہم ناقص ہیں تو وہ کامل، ہم مثلِ قالب ہیں تو وہ جانِ عالم اس بات کا کوئی بھی اہلِ ایمان اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ انسان ہوتے ہوئے تمام حالات، صفات اور کیفیات میں بھی عام انسانوں جیسے ہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ باتفاق جمیع حکماء و علماء تمام انواعِ عالم میں سے افضل و اشرف نوعِ انسانی ہے اور یہ بزرگوار اسی اعلیٰ و اشرف نوع کے افضل و اکمل افراد ہیں اس لیے یہ تمام کائنات علوی و سفلی اور ارضی و سماوی سے اشرف و اعلیٰ و افضل ہیں، اسی مطلب کو سرکارِ علامہ نے ''بحار الانوار'' جلد ۵ ص ۱۱ طبع قدیم پر بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ بشریت انبیاء کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاحب و اقتضیٰ حکمته البالغة ان یعرف خلقه بالتوحید و یخصوه به و لم یکن ذالک ممکنا الّا بارسال الرّسل لما قد تمهد من کمال علوهٖ و نهایة سمّوهٖ و انحطاط درجة المکلفین و جهلهم و عجزهم فلذا جعل بینهٖ و بین خلقهٖ سفراء یغیض علیهم من جهة کمالهم و یفیضوا علی الخلق من جهة بشریتهم و مجانستهم الخ

یعنی خدا کی حکمتِ بالغہ نے چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی معرفی کرائے تا کہ وہ اس کی توحید کے قائل ہو سکیں اور یہ امر رسولوں کے بھیجے بغیر ممکن نہ تھا کیونکہ وہ جلال و رفعت اور عزت و عظمت کے آخری بلند مرتبہ پر فائز ہے اور مخلوق عجز و قصور اور جہل و نادانی کے انتہائی پست درجہ پر ہے اس لیے اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کچھ ایسے سفیر مقرر فرمائے ہیں جن کے (روحانی) کمال کی وجہ سے خدا ان پر (احکام کا) فیضان کرتا ہے اور وہ اپنی بشریت اور مجانست کی وجہ سے (ان احکام و اوامر کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اس بیانِ نیّر البرہان سے واضح و عیان ہو گیا کہ اس امتیاز و مباینت سے صفات و کمالات میں مباینت مراد ہے نہ کہ

يقبلو امنهم و يأنسوا بهم لكونهم من جنسهم و شكلهم و اليه يشيرقوله ولو جعلناه ملكاً لجعلناه بشراً و للبسنا عليهم ما يلبسون.

کیو نکہ وہ (انبیاء واوصیاء) اسی (اُمّت) کی قسم سے ہیں اور اسی کی شکل و صورت پہ ہیں۔ خداوند عالم کے اس ارشاد میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ: اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی بناتے تو بھی مرد بنا کر بھیجتے۔

ذات و ماہیت میں، نیز مخفی نہ رہے کہ سر کارِ علامہ یا دیگر علماء اعلام کے کلام میں وارد شدہ لفظ جنس سے اس کے لغوی معنی (قسم) مراد ہیں نہ کہ منطقی معنیٰ کمالا يخفى علىٰ مالهٗ ادنىٰ المام بكلام العلماء الاعلام، الغرض یہ کہنا کہ ان ذواتِ مقدسہ کی نوع انسانی نوع سے جدا ہے، یہ نظریہ قرآن کریم، تعلیماتِ معصومین، مسلماتِ عقلِ سلیم اور اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے اس لیے یہ عقیدہ رکھنا موجبِ ضلالت و گمراہی ہے۔ اس فاسد نظریہ کے ایجاد و اختراع کا سہرا شیخ احمد احسائی کے سر ہے جو تمام شیعی مراجع عظام و فقہائے کرام کے نزدیک ضال بھی ہے اور مضل بھی، اس مسئلہ کی تمام تفاصیل دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ''اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ'' کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

و بـه يـمـكـن تفسير الخبـر المشهـور فى العقـل بان يـكـون المـراد بالعقل نفس النبیّ و امره بالاقبال عبارة عن الطلب الى مراتب الفضل والكمال و القرب والوصال و ادباره عـن التوجّه بعد الوصول الى اقصیٰ مراتب الكمال الى التّنزّل من تلك المرتبة و التّوجّه الى تكميل الخلق

و يمكن ان يكون قوله قد انزل الله اليكم رسولاً مشيراً اليه بان يكون انزال الرسول كنايةً عن تنزّله من تلك الدّرجة القصویٰ التى لا يسعها ملك مقرب و لا نبى مرسل الیٰ معاشرة الخلق و هدايتهم و موانستهم فكذالك فى اضافة سائر الفيوض و

اور اسی بیان سے اس مشہور روایت کی تفسیر بھی ممکن ہے جو عقل کے متعلق وارد ہے۔ (جس میں مذکور ہے کہ خالق اکبر نے عقل کو خلق کرنے کے بعد فرمایا، آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی، اُس وقت خدا نے عقل سے خطاب کر کے فرمایا: ''میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز مخلوق خلق نہیں کی، میں تیرے ذریعے سے ہی جزا و سزا دوں گا۔ اصول کافی وغیرہ)

بایں طور کہ عقل سے پیغمبرؐ اسلام کی ذاتِ والا صفات مُراد لی جائے اور آگے بڑھنے کے حکم سے مقصد یہ ہے کہ وہ فضل وکمال اور قرب و وصال کے بلند مراتب حاصل کریں اور پیچھے ہٹنے کے حکم کا مطلب یہ ہو کہ وہ ان اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز ہونے کے باوجود لوگوں کی تکمیل وتزکیہ کے لئے پست درجہ کی طرف متوجہ ہوں اور ممکن ہے کہ خدا کے اس ارشاد کا اشارہ بھی اسی طرف ہو کہ خدا نے تمہاری طرف ایک رسولؐ نازل کیا ہے یعنی یہ انزال آنحضرتؐ کو ان کے اس بلند و بالا مقام سے جس کا نہ کوئی نبی مرسل متحمل ہوسکتا ہے اور نہ ملکِ مقرب اُتار کر مخلوق کے ساتھ بود و باش اختیار کرنے پھر ان کو مانوس کر کے راہِ راست پر لانے اور اس پر چلانے کے پست درجہ پر لا کھڑا کرنے سے کنایہ ہے اور اوامر و احکام کے علاوہ دیگر فیوض و برکات اور

الکمالات و هم وسائط بین ربّهم و بین سائر الموجودات فکل فیض وجود یبدأ بهم صلوت اللّٰه علیهم ثم ینقسم علی سائر الخلق ففی الصّلوٰة علیهم استجلاب الرّحمة الی معادنها و للفیوض الی مقسمها لینقسم علیٰ سائر البرایا.

عنایات میں بھی یہ بزرگوار اپنے پروردگار اور دیگر عام موجودات کے درمیان وسیلہ وواسطہ ہیں یعنی خدا کے ہر فیض وجود کی ابتدا ان ذواتِ مقدسہ سے ہوتی ہے، پھر (ان کے طفیل) دوسری مخلوق پر اس کا فیضان ہوتا ہے، پس ان ذواتِ عالیہ پر درود و سلام بھیجنے سے اصل مقصد یہی ہے کہ خدا کی رحمتِ واسعہ کو اس کے مخزن اور اس کے فیض کو اس کے مقسم کی طرف کھینچا جائے تاکہ اس طرح تمام مخلوق تک اس کا فیض عام پہنچ سکے۔

ثم اعلمو ان اللّٰه تعالیٰ اکمل نبیه صلّی اللّٰه علیه و آلهٖ قال و ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نهٰکم عنه فانتهوا

فیجب علینا بنصّهٖ تعالیٰ متابعة النّبیّ فی اصول دیننا و فروعهٖ و امور معاشنا و معادنا و اخذ جمیع امورنا عنه و انه اودع حکمه و معارفه و احکامه و اثاره و ما نزل علیه من الاٰیٰت القراٰنیة والمعجزات الرّبّانیة عند

ضرورت حدیث کا بیان:

پھر تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ جب خداوند جلیل نے اپنے نبی اعظمؐ کی تادیب و تکمیل فرمادی تو فرمایا جس بات کا رسولؐ تمھیں حکم دے اسے لے لو اور جس بات سے تمھیں روک دے اس سے رُک جاؤ پس خالقِ عباد کے اس ارشاد کے مطابق ہم پر دین کے اصول وفروع اور معاش ومعاد (دُنیا و آخرت) کے معاملات میں آنحضرتؐ کی اتباع و پیروی واجب ہے اور اپنے (دین ودُنیا کے) تمام امور کو ان سے حاصل کرنا لازم ہے اور (یہ بات بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ) جناب رسولِ خدا (اپنے بعد) اپنے حکم و معارف، اوامر و احکام، اخبار و آثار اور آیاتِ قرآنیہ و معجزاتِ ربانیہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کے سپرد فرما گئے ہیں چنانچہ اپنی متواتر حدیث

اھل بیتہ صلوات اللّٰہ علیھم فقال بالنص المتواتر اِنّی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی اھل بیتی لن یفترقا حتّٰی یرد اعلی الحوض و ظھر من الاخبار المستفیضۃ ان علوم القرآن عندھم

میں فرماتے ہیں کہ: "میں تمھارے درمیان دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترتِ اہلبیت جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں جب تک حوضِ کوثر پر میری بارگاہ میں پہنچ نہیں جائیں گے ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے۔" یہ حقیقت اخبارِ مستفیضہ سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کا صحیح علم انہیں وارثانِ قرآن کے پاس موجود ہے۔

و ھذا الخبر المتواترا یضاً یدل علیہ ثم انھم علیھم الصّلوۃ والسّلام ترکوا بیننا اخبارھم فلیس لنا فی ھذا الزّمان الّا التمسّک باخبارھم والتدبّر فی آثارھم

یہ حدیث متواتر (ثقلین) بھی اس مطلب پر واضح دلالت کرتی ہے[1]۔ پھر یہ بزرگوار (اپنے بعد) ہمارے درمیان اپنے اخبار و آثار چھوڑ گئے ہیں پس اس زمانہ (غیبت امامؑ) میں ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے احادیث و اخبار کے ساتھ تمسک کریں اور ان کے آثار میں تدبر کریں۔

ابنائے زمانہ کی شکایت:

فترک اکثر النّاس فی زماننا آثار اھل بیت نبیھم و استبدوا بآرائھم فمنھم من سلک مسلک الحکماء الذین ضلوا و اضلوا ولم

مگر مقام افسوس ہے کہ اکثر ابنائے زمانے آپؐ کے اہل بیتِ نبوتؐ کے اخبار و آثار کو چھوڑ کر اپنی ناقص رائیوں پر اعتماد کر لیا ہے، (اس لیے گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔) اور کچھ لوگوں نے ایسے ضالّ و مضل (خود گمراہ اور

[1] اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

يقروابنبى ولم يؤمنوا بكتاب و اعتمد وا على عقولهم الفاسدة و آرائهم الكاسدة فاتّخذ و هم ائمة و قادة فهم يأولون النّصوص الصريحة الصّحيحة عن ائمّة الهدٰى بانه لايوافق ماذهب اليه الحكماء

دوسروں کو گمراہ کرنے والے) یونانی حکماء کے مسلک کو اختیار کرلیا ہے جو نہ کسی نبی کے قائل ہیں اور نہ کسی (الہامی) کتاب پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنی فاسدِ عقلوں اور کاسِد رائیوں پر بھروسہ کرتے ہیں ان لوگوں نے ان (حکماء) کو اپنا پیشوا و راہنما بنالیا ہے اس لیے وہ ائمہ ھُدیٰ کے نصوص صریحہ وصحیحہ کی محض اس لیے (بیجا) تاویلات کرتے ہیں کہ وہ بظاہر حکماء کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔

حکمائے یونان کی مذمت:[1]

مع انهم يرون ان دلائلهم و شبهم لا تفيد ظنّاًولا و هماً بل ليس افكارهم الا كنسج العنكبوت و ايضاً يرون تخالف اهوائهم و تباين اهدافهم فمنهم مشّائيون

حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ حکماء کے دلائل (بہ الفاظِ مناسب شبہات) سے وہم وگمان بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (تا بہ یقین چہ رسد؟) بلکہ ان کے آراء و افکار تارِ عنکبوت کی طرح بالکل بُودہ اور کمزور ہیں نیز یہ لوگ یہ بھی (بچشمِ خود) دیکھ رہے ہیں کہ ان حکماء کے آراء و افکار اور اعتقادات ونظریات میں باہم اختلاف وتضاد پایا جاتا ہے، ان میں سے کچھ مشائین ہیں (جن کا قائد ارسطو ہے) اور کچھ اشراقین ہیں

[1] ارباب دانش وبینش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے اعتقادی وعملی انحراف بلکہ ارتداد کی اصل وجہ اور اس کی اصل جڑ بنی عباس کے دور میں فلسفۂ یونان کا عربی میں ترجمہ ہوکر مسلمانوں کے ہاں رواج پانا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ہمدردانِ قوم وملت علمائے اعلام نے فلسفہ میں زیادہ توغل سے طلبہ اور عام لوگوں کو منع کیا ہے کیونکہ اس سے لازماً عقیدہ وعمل میں انحراف واعوجاج پیدا ہوتا ہے ہاں البتہ بموجب علم الشی افضل من جہل الشی تھوڑا سا فلسفہ پڑھنے اور اسکی اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ومنهم اشراقيون قلما يوافق رأى احدى الطّائفتين رأى الأُخرىٰ

(جن کا پیشوائے اعظم افلاطون ہے) شاذونادر ہی ایک گروہ کا کوئی نظریہ دوسرے گروہ کے نظریہ سے ملتاہے ورنہ اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے جو بجائے خود ان کے بطلان کی ناقابلِ رد دلیل ہے۔

ومعاذ اللّٰه ان يتكل النّاس علىٰ عقولهم فى اصول العقائد فيتحيّرون فى مراتع الحيوانات ولعمرى كيف يجترؤن على ان ياولوا النّصوص الواضحة الصّادرة من اهل بيت العصمة والطّهارة بحسن ظنهم بيونانى كافرلا يعتقد ديناً ولا مذهباً

پناہ بخدا کہ لوگ اصولِ عقائد میں اپنے عقولِ ناقصہ پر بھروسہ کریں (اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی عقیدہ کی صحت یا بطلان کا میزان قرار دیں اس طرح ان کا شیرازہ بکھر جائے گا) اور جس طرح حیوانات چراگاہوں میں آزاد پھرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی آوارہ و سرگرداں ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! (معلوم نہیں) یہ لوگ ایک بے دین اور کافر یونانی حکیم پر حُسنِ ظن رکھتے ہوئے اہل بیتِ عصمت و طہارت کے نصوصِ صریحہ وصحیحہ کی بیجا تاویل کرنے کی کس طرح جُرات و جسارت کرتے ہیں؟ سچ ہے۔

ع جنھیں ہوڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

صُوفیاء کی مذمت:

و طائفة من اهل دهرنا اتخذوا البدع ديناً يعبدون اللّٰه بها و سمّوه

اور کچھ اہل زمانہ نے بدعتوں کو اپنا دین بنا رکھا ہے جن سے وہ (بخیالِ خویش) خدا کی عبادت

[۱] ارباب علم واطلاع پر مخفی و مستور نہیں ہے کہ فرقۂ صوفیہ دورِ بنی اُمیہ کی پیداوار ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ سلاطینِ بنی اُمیہ نے خاندانِ نبوت سے مادی اقتدار چھیننے کے بعد جب دیکھا کہ پھر بھی ان کے روحانی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچتے ہیں اور وہ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں تو اب اُن سے ان کے روحانی کمالات کو سلب کرنا تو ان کے بس کا روگ نہ تھا البتہ لوگوں کی توجہ

بالتصوّف فاتخذوا الرهبانية عادة مع ان النّبی قد نهی عنها و امر بالتزویج و معاشرة الخلق و الحضور فی الجماعات والاجتماع مع المؤمنین فی مجالسهم و هدایة بعضهم بعضاً و تعلّم احکام اللّٰه و تعلیمها و عیادة المرضیٰ و تشییع الجنائزو زیارة المؤمنین والسّعی	کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا نام تصوّف رکھا ہے۔ان لوگوں نے رہبانیت (دُنیا اور اہل دُنیا سے قطع تعلق) کو اپنی عادت وعبادت قرار دے دیا ہے، حالانکہ پیغمبرؐ اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور شادی بیاہ کرنے لوگوں سے تعلقات و مراسم بڑھانے جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے اہل ایمان کی مجالس ومحافل میں شرکت کرنے ایک دوسرے کو ہدایت کرنے احکام خداوندی پڑھنے اور پڑھانے، بیماروں کی مزاج پُرسی کرنے، جنازوں کی مشایعت

ادھر سے ہٹانے کے لیے انھوں نے ایک شاطرانہ چال چلی کہ ان کے مقابلہ میں ''صوفیا'' کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کی جس کا طرۂ امتیاز صوف کا سادہ لباس پہننا اور بظاہر ترکِ لذائذ کرنا تھا، پھر لوگوں کی توجہ ان کی طرف مرکوز کرنے کے لیے حکومت کی سرپرستی میں ان کے مصنوعی کشوف و کرامات کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا، حتیٰ کہ عامۃ الناس ان کے دام تزویر میں گرفتار ہوگئے۔اس فرقہ کے عقائدِ باطلہ میں ایک مشہور عقیدۂ فاسدہ ''وحدت الوجود'' ہے کہ خالق ومخلوق کا وجود ایک ہے اگرچہ موجود الگ الگ ہیں اور بعض اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ کائنات میں صرف ایک ہی چیز موجود ہے اور وہ ہے خُدا، وہ ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں اس لیے اس گروہ کو ''ہمہ اوست'' بھی کہا جاتا ہے۔
(اسی طرف سرکارِ علامہ نے رسالہ میں ارشاد فرمایا ہے۔)

(۱) اس فرقہ کا سب سے بڑا ترجمان محی الدّین ابنِ عربی ''فتوحاتِ مکّیہ'' کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''سُبحان الّذی خَلق الاشیاء و ھو عینھا''

(۲) اس سلسلہ کا ایک بڑا سرگرم رُکن پیرِ رُوم ہے جو کہتا ہے ؎

ہر لحظہ بشکلے بُتِ عیّار برآمد ☆ دل برد و نہاں شد
ہر دم بہ لباس دیگرآں یار برآمد ☆ گہہ پیر و جواں شُد
گہہ نوح شد و کرد جہاں را بدعا غرق ☆ خود رفت بکشتی

فی حوائجھم و الامر بالمعروف والنھی عن المنکرو اقامۃ حدود اللّٰہ والرّھبانیۃ الّتی ابتدعوھا یستلزم ترک جمیع تلک الفرائض والسُّنن.

ثم انھم فی تلک الرّھبانیۃ احدثوا عبادات مخترعۃ فمنھا الذّکر الخفی الّذی ھو عمل خاص علی ھیئۃ خاصۃٍ لم یرد بہ نص ولا

کرنے، اہلِ ایمان کی ملاقات وزیارت کرنے، ان کی حاجت برآری میں کدوکاوش کرنے نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے اور حدودِ خداوندی جاری کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن ان کی خودساختہ رہبانیت کا لازمی نتیجہ ان تمام فرائض و مستحبات کا ترک کرنا ہے۔

اس گروہ نے رہبانیّت میں کچھ خود ساختہ عبادات (اوراورادووظائف) بھی اختراع کرر کھے ہیں منجملہ انکے ایک "ذکرِ خفی" ہے یہ ان کا ایک خاص عمل ہے جو مخصوص ہیئت و کیفیت کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق نہ کوئی نص وارد ہے

(۳) نیز اسی گروہ کا ایک مشہور مبلغ شیخ شبستری "گلشن راز" میں یوں گل افشانی کرتا ہے۔

مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست ☆ بدانستے کہ دیں در بُت پرست

(۴) اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

تو منی من توام دوئی بگذار ☆ ایں ہمہ نزدِ ماہویتِ اوست

ایک اور جگہ کہتا ہے۔

وجودِ این و آں نقش خیال است ☆ حقیقت جز وجود کبریا نیست

اگر گوئی ہمہ حق است حق است ☆ وگر خلقش ہمہ گوئی خطا نیست

اسی فاسد نظریہ نے منصور سے یہ کہلوایا: لیس فی جبّتی سوی اللّٰہ نیز اس گروہ کا دوسرا باطل عقیدہ یہ ہے کہ العبادۃ قنطرۃ المعرفۃ کہ عبادت معرفت کا پُل ہے۔ لہٰذا جب ایک عارف باللہ واصلِ باللہ ہوجائے اور کہہ سکے کہ۔ ع

من تو شدم تو من شدی

تو پھر اُس سے تمام عبادات شرعیہ از قسم صلوۃ وصوم وغیرہ ساقط ہوجاتی ہیں، اسی بناء پر صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: "الصّو فیہ کُلّھم من اعدائنا و طریقتھم مباینۃ لطریقتنا"

"تمام صوفی ہمارے دُشمن ہیں اوراُن کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔" (حدیقۃ الشیعہ)

,فاحفظ ھذا فانّہ بالحفظ جدیر و لا ینبئک مثل خبیر)۔ (منہ عفی عنہ)

خبرو لم یوجد فی کتاب ولا اثر و مثل هذا بدعةٌ محرّمة بلا شک ولا ریب قال رسولُ اللّٰه کل بدعة ضلالة و کل ضلالة سبیلها الی النّار

اور نہ ہی قرآن وسنت میں اس کا کہیں کوئی نام ونشان پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی ہی چیز کو بلا شک وشبہ ''بدعت'' کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ جنابِ رسولؐ خدا فرماتے ہیں: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ (کنز العمال وغیرہ)۔

و منها الذّکر الجلّی الّذی تغنون فیه بالاشعار و یشهقون شهیق الحمار و یعبدون اللّٰه بالمکاء والتصدیة و یزعمون انّه لیس لِلّٰه عبادة سویٰ هٰذین الذّکرین المبتدعین و یترکون جمیع السنن و النّوافل و یقنعون من الصلٰوة الفریضة بنقر کنقر الغراب.

دوسرا ''ذکر جلی'' ہے جسمیں یہ لوگ اشعار گاتے اور گدھے کی طرح ہینگتے ہیں اور کفارِ مکّہ کی طرح سیٹیاں اور تالیاں بجا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور (طرفہ تماشا یہ ہے کہ) ان کا گمان ہے کہ ان دو خودساختہ ذکروں کے سوا اللہ کی کوئی عبادت ہی نہیں ہے۔ ان اذکار کے علاوہ وہ تمام نوافل وسنن کو نظر انداز کرتے ہیں ہاں البتہ جس طرح کوا ٹھونگے مارتا ہے اس طرح برائے نام صرف نماز فریضہ ادا کرلیتے ہیں۔

ولولا خوف العلماء لکانو یترکونها رأساً ثم انهم لعنهم اللّٰه لا یقنعون بتلک البدع بل یحرّفون اصول الدّین و یقولون بوحدة الوجود و المعنی المشهور فی هذا الزمان و المسموع من مشائخهم

اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) اگر ان کو علماء کا خوف دامنگیر نہ ہو (کہ مبادا کفر کا فتویٰ لگادیں) تو یہ نمازِ فریضہ بھی ترک کردیں، پھر یہ لوگ (خدا ان پر لعنت کرے) صرف انھی (فروعی) بدعتوں پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصولِ دین میں تحریف وتغیر بھی کرتے ہیں اور وحدۃ الوجود کا باطل عقیدہ رکھتے ہیں اس (وحدۃ الموجود) کے جو معنی اس زمانہ میں مشہور ہیں اور اس گروہ کے بزرگوں سے سُننے میں

كفر باالله العظيم و يقولون بالجبر و سقوط العبادات و غيرها من الاصول الفاسدة السخيفة

فا حذروا يا اخوانى و احفظوا ايمانكم و اديانكم من وساوس هؤلاء الشّيطين و تسويلاتهم و اياكم ان تخدعوا من اطوارهم المتصنعة الّتى تعلّقت قلوب الجاهلين فها انا احرّر مجملاً مماتبيّن و ظهر لى من الاخبار المتواترة من اصول المذهب لئلا تضلوا بخدعهم و غرورهم و اتّمم حجّة ربكم عليكم وأودى ما وصل لى من مواليكم اليكم ليهلك من هلك عن بيّنة و يحىٰ من حىّ عن بيّنة و اتلو عليكم ما اردت ايراده فى بابين.

آئے ہیں (یعنی وحدت الوجود) وہ سراسر کفر و شرک ہے نیز یہ فرقہ عقیدۂ جبر اور تمام عبادات کے ساقط ہونے اور اس قسم کے دوسرے بعض باطل عقائد و نظریات کا قائل ہے۔

اے برادرانِ اسلامی! (ڈرو ان سے) اور ان شیطانوں کے وسوسوں اور شبہوں سے اپنے دین و ایمان کو بچاؤ اور خیال رکھو، مبادا کہیں ان کے ظاہری اور مصنوعی اخلاق و اطوار سے جو جاہلوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، کہیں دھوکا نہ کھا جانا، (اور کہیں سراب کو آب نہ سمجھ لینا) لو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں مذہب شیعہ کے وہ تمام اصول و عقائد اجمالاً سپردِ قلم کروں جو سرکارِ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے اخبارِ متواترہ سے مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تا کہ تم ان لوگوں کے دامِ فریب میں پھنس کر گمراہ نہ ہو سکو نیز تم پر خدا کی طرف سے اتمام حجت کرتا ہوں اور تمھارے مقتداؤں اور پیشواؤں کا جو پیغام مجھ تک پہنچا ہے اسے (بلا کم و کاست) تم تک پہنچاتا ہوں تا کہ جو شخص ہلاک (گمراہ) ہو تو بینہ و بُرہان کے ساتھ ہو اور جو زندہ رہے (ہدایت حاصل کرے) تو وہ بھی دلیل و بُرہان کے ساتھ، میں اس رسالہ میں جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے (ذیل میں) دو بابوں کے اندر پیش کرتا ہوں۔ (وعلیہ التکلان)

الباب الاوّل

فیما یتعلّق باصُول العقائد

اعلموا ان ربکم سبحانہ قد علمکم فی کتابہٖ طریق العلم بوجودہٖ و صفاتہٖ فامرکم بالتدبّر فیما اودع فی آفاق السّمٰوٰات و الارض و فی انفسکم من غرائب الصنع و بدائع الحکمۃ فاذا تأمّلتم و تفکّرتم بصریح عقلکم ایقنتم ان لکم ربّاً حکیماً قادِراً قاھِراً لا یجوز علیہ الظّلم و

پہلا باب

اصولِ عقائد کے بیان میں

معرفت توحید کا بیان:

تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمھارے پروردگار نے اپنے وجودِ ذی جُود اور اپنی صفاتِ جلال و جمال کی معرفت کا طریقۂ کار اپنی کتاب (قرآن) میں تمھیں بتلا دیا ہے[1] یعنی (اس مقصد کے حصول کی خاطر) زمین وآسمان اور خود تمھارے نفوس (الغرض انفس و آفاق) میں اس کی جو جو عجیب وغریب صنعتیں اور حکمتیں موجود ہیں ان میں غور وفکر کرنے کا تمھیں حکمت آمیز حکم دیا ہے، جب تم ان میں عقل صریح وسلیم کے ساتھ غور وفکر کرو گے تو تمھیں یقین کامل ہو جائے گا کہ اس کارگاہ ہستی کا بنانے والا)۔ تمھارا ایک پروردگار موجود ہے جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی، قادِر بھی ہے اور قاہر بھی، اُس کے لیے ظلم کرنا

---

[1] معرفتِ الٰہی بدیہی ہے یا نظری؟ یا کچھ بدیہی ہے اور کچھ نظری؟ اقرب یہی آخری قول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے رحمٰن کی اسقدر اجمالی معرفت تو بالکل بدیہی اور فطری ہے کہ اس عالم کا کوئی صانع علیم اور کوئی خالقِ حکیم ہے جس نے اس کائنات کو نعمتِ وجود سے نوازا ہے ہاں البتہ اسکی پوری معرفت کہ وہ واحد لاشریک ہے۔ وہ جسم اور زمان و مکان سے منزہ ہے اور دنیا و آخرت میں نظر نہیں آتا وغیرہ وغیرہ یہ نظری ہے اور دلیل و برہان کا محتاج اور خدا کی ستی اور اسکی صفات کے اثبات کا طریقہ وہی صحیح ہے جس کا تذکر سرکار علامہ نے فرمایا ہے کہ اثر کو دیکھ کر اسکے موثر، مخلوق کو دیکھ کر اسکے خالق اور مصنوع کو دیکھ کر اسکے

القبیح ثم ان ربّکم بعث الیکم نبیاً مویّداً بالاٰیٰت الظّاھرۃ والمعجزات الباھرۃ و یشھد بدیھۃ العقل بانہ لا یجوز علی اللّٰہ

ان یجری علی ید کاذب اشباہ ھٰذہ المعجزات فاذا ایقنت بصدق

اور فعلِ قبیح کا ارتکاب کرنا روا نہیں ہے، پھر تمھارے پروردگار نے (از راہِ لُطف وکرم) تمھاری طرف ایک ایسا نبی بھیجا جس کی روشن نشانیوں اور کھلم کھلا معجزوں سے تائید ونُصرت کی گئی ہے اور یہ بات عقل کی واضح شہادت سے ثابت ہے کہ خدائے حکیم کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غلط مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے[۱] (لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آپؐ برحق نبی ہیں) پس جب تمھیں نبی کی صداقت کا یقین ہوگیا اور ان کو خدا کا نبی تسلیم

صانع پر استدلال کیا جائے اور کائنات میں پائی جانے والی عجیب وغریب حکمتوں سے اسکے علیم وحکیم ہونے پر استدلال کیا جائے۔ قرآن کریم انبیاء مرسلین اور ائمہ طاہرین نے یہی طریقہ استعمال کیا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

[۱] منجملہ ان مسائل کے جن کو موجودہ دور میں بعض نام نہاد اہلِ علم نے اختلاف کی آماجگاہ بنادیا ہے (اگر چہ وہ چودہ سو سال سے اتفاقی چلے آرہے ہیں) ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے وہ حسبِ ضرورت کسی نبی یا امام کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے؟ یا اس کے حقیقی فاعل نبی وامام ہیں؟ اور یہ معجزہ ان کے افعال اختیاریہ میں سے ہے؟ جو بات قرآن کریم، ارشاداتِ معصومین، تحقیقاتِ علماءِ متقدمین و متاخرین اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداند عالم ہے، ہاں نبی وامام کی طرف اس کی نسبت مجازاً دی جاتی ہے کیونکہ اس کا ظہور ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس موضوع پر دلائل و براہین پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں ہماری کتاب ''اُصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ'' کا پانچواں باب ملاحظہ کیا جائے جس کے بعد ہر قسم کے قیل وقال کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہی بات دُرست ہے کہ معجزہ کا فاعلِ حقیقی خدا ہے جسے وہ بوقتِ ضرورت اپنے نمایندہ (نبی وامام) کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ علامہ موصوف نے ''بحارالانوار'' میں وضاحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں۔

''من اعتقدان المعجزات و الکرامات من فعل النّبی و الامام فلیس فی کفرہٖ ریب ولاشک'' ''یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزہ نبی وامام کا فعل ہے اس کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔'' (علیٰ ما نقلہ عنہ فی ''سبیل النّجاۃ فی اصول الاعتقادات'' طبع ایران ص ۱۴۱ ان فی ھٰذا لبلاغاً لقوم یعقلون۔ (منہ عفی عنہ)

النّبی و اعتقدت به یلزمک ان تتبعه و تعتقدانه صادق فی کل ما یخبرک به فی اصول الدّین و فروعهٖ فمماثبت فی الدّین بالاٰیات و الاخبار المتواتره هو انه واحد لا شریک له فی ملکه و لایجوز عبادة غیرهٖ و لم یستعن فی خلق العالم باحد غیره و انهٗ احدی الذّات لیس لهٗ اجزاءٌ خارجیة و لا وهمیة و لا عقلیّة و انّهٗ احدی المعنیٰ لیس له صفات زائدة بل صفاته عین ذاتهٖ و انه ازلی لا انتهاء لو جوده فی جانب الاوّل ابدی یمتنع الفناء علیه ازلاً و ابداً و انه لیس بجسم و لا جسمانی ولا زمانی ولا مکانی و انه حیّ بلا حیوٰةٍ زائدة و بلا کیفیّة و مرید بلا خطور بال ولا

بھی کرلیا تو اب تم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع و پیروی بھی کرو اور یہ عقیدہ رکھو کہ انھوں نے دین کے اصول و فروع کے سلسلہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ اس میں صادق ہیں اور منجملہ ان امور کے جو آیات (قرآنیہ) اور اخبارِ متواترہ سے ثابت ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (ذات و صفات اور افعال و عبادات میں) واحد و یکتا ہے اس کے ملک وملکوت میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے (وہی معبود برحق ہے) اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت جائز نہیں ہے، اُس نے اس عالم کو پیدا کرنے میں اور کسی ذات سے کبھی امداد و اعانت طلب نہیں کی۔ وہ ذات میں ایسا واحد و یگانہ ہے کہ نہ اس کے اجزائے خارجی ہیں (از قسم ہاتھ پاؤں وغیرہ) نہ وہمی ہیں اور نہ عقلی (از قسم جنس و فصل وغیرہ) اور وہ معنی اور صفات میں بھی واحد ہے یعنی وہ زائد برذات صفات نہیں رکھتا بلکہ اس کے صفات عینِ ذات ہیں۔ (اس امر کی وضاحت بعد ازیں کی جائے گی۔) وہ ازلی و ابدی ہے، یعنی وہ ایسا اوّل ہے کہ اس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے لیے فنا نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی نہ زمانی ہے اور نہ مکانی (یعنی وہ جسم و زمان اور مکان کا محتاج نہیں ہے) وہ زندہ ہے مگر اس کی حیوۃ زائد برذات نہیں، وہ صاحبِ ارادہ ہے مگر دل کی سوچ بچار سے

روية و انه يفعل بـا الاختيار و هو غيـر مجبور فى افعالهٖ و انـه علىٰ كـل شئىٍ قديـر و انه لو اراد خلق الآف امثال هذا العالم لخلقها بلا مادة ولا مُدَة لا على ما يزعمه الحكيم انه لا يكون خلق الاجسام الّا بمادة قديمة و استعداد و انّهٗ عالم بجميع الاشياء جُزئياتها و كُلّياتها و ان علمهٗ بما كان و بما يكون على نهج واحدو لا يتغيّر علمه بالشّئ بعد ايجادهٖ

و انه لا يغرب عن علمه مثقال ذرّة فى الارض و لا فى السّماء لا على ما يزعمه الحكيم انه لا يعلم الجزئيات والقول به كفرو لا يلزم بل لا يجوز التفكر فى كيفيّة علمه انّه حضورى او حصولى و لا فى سائر صفاته اكثر مما تردّوا و بينوا لنافانه يرفع الى التّفكر فى ذاتهٖ تعالىٰ و قدنهينا عن التّفكر

نہیں، وہ فاعلِ مختار ہے یعنی اپنے افعال میں مجبور و مقہور نہیں، وہ ایسا قادرِ مطلق ہے کہ اگر اس عالم جیسے ہزار ہا عالم بلا مادہ و مدت پیدا کرنا چاہے تو (چشمِ زدن میں) پیدا کرسکتا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء خیال کرتے ہیں کہ اجسام کی خلقت قدیم مادہ اور اس کی استعداد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ نیز وہ خدائے علیم کُلیات و جزئیات الغرض تمام اشیاء کا عالم ہے اور اس کا ماکان (گذشتہ) اور مایکون (آئندہ) کے متعلق علم ایک جیسا ہے۔ (خلقتِ اشیاء سے پہلے اسے جو علم ہوتا ہے) ان کے وجود میں آجانے کے بعد اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل پیدا نہیں ہوتا اور زمین وآسمان میں (غرضیکہ پوری کائنات میں) ایک ذرہ بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء کا خیال ہے کہ اس کو جزئیات کا علم نہیں ہے، یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ (بناء بر اصطلاحِ منطقی؟) اس کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ اس کی کیفیت میں غور وفکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے اسی طرح اُس کی دوسری صفات کی کیفیات میں اس مقدار سے جو سرکارِ محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام نے بیان کردی ہے زیادہ غور وخوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صفات میں غور وفکر کرنے کی بازگشت خدا کی ذات میں فکر کرنے کی طرف ہوتی ہے جس میں فکر کرنے

فی اخبار کثیرة	کی کثیر اخبار میں ہمیں ممانعت کی گئی ہے [1]
	تکلیف شرعی کا بیان:
و انّه تعالیٰ لا یفعل شیئا الا	خالقِ حکیم جو کام کرتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و

[1] چنانچہ اصول کافی وغیرہ میں اس مضمون کی بکثرت حکیمانہ روایات مروی ہیں کہ تکلموا فی خلق اللّٰہ ولا تکلّمو افی اللّٰہ فان الکلام فی اللّٰہ لا یزداد صاحبہ الا تحیراً خدا کی مخلوق میں کلام کرو مگر خدا کی ذات و ماہیت کے متعلق کلام نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں کلام کرنے سے تحیر و تردّد میں اضافہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صادق آلِ محمد علیہ السلام فرماتے ہیں: اذا انتھی الکلام الی اللّٰہ فامسکوا جب سلسلۂ کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ کیونکہ خالق کی کُنہ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے ؎

تواں در بلاغت بہ سحباں رسید ☆ نہ در کُنہہ بیچوں سُبحاں رسید

یہ وہ مشکل مقام ہے جہاں انبیاء و مُرسلین، ملائکہ مقربین اور ائمہ طاہرین یہ کہہ کر اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں: سبحانک ماعرفناک حق معرفتک سبحان من لایعلم ماھواالاھو ونعم ماقیل ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گماں و وہم ☆ وز ہر چہ گفتہ اندو شنیدم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر ☆ ماہمچنان در اوّل وصف تو ماندہ ایم

یہی وجہ ہے کہ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ میں ہمیں اس کی اصلیت و ماہیت معلوم کرنے کی تکلیف ہی نہیں دی گئی بلکہ خالقِ کائنات کے متعلق صرف اس قدر اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے کائنات کا خالق و مالک ہے وہ ہر صفتِ کمال سے متصف اور ہر صفتِ نقص سے منزہ ہے اور ذات و صفات اور افعال و عبادت میں واحد و یگانہ ہے لیس کمثلہٖ شیٔ ء۔ الغرض اس سلسلہ میں سورۂ توحید کا سمجھ کر پڑھ لینا اور اس پر ایمان رکھنا کافی ہے، اس سے زیادہ موشگافیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے: من قرأ قُلْ ھُوَ اللّٰہ اَحدو امن بھا فقد عرف التّوحید۔ جو شخص سمجھ کر سورۂ قُل ھواللہ احد پڑھ لے اور اس (کے مطلب) پر ایمان لائے اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی (عیون اخبار الرّضاؑ) خلاصہ یہ کہ یہ اقرار کرنا کہ لا الٰہ غیرہ و لاشبہ لہ ولانظیر وانہ قدیم مثبت موجود غیر فقید وانہ لیس کمثلہٖ شیٔ یہ ہے معرفت پروردگار کا کمترین درجہ جو ایک عام انسان کے اسلام کے لیے کافی ہے ("بحار الانوار" جلد۲ توحید صدوق") (منہ عفی عنہ)

لحکمۃٍ و مصلحۃ و انہ لا یظلم احدا و لا یکلّف احدا مالا یطیقہ و انہ کلّف العباد لمصالحھم و منافعھم و لھم الاختیار فی الفعل والترک

مصلحت کے ماتحت کرتا ہے وہ کسی مخلوق پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو طاقتِ برداشت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو تکالیفِ شرعیہ کا جو مکلّف بنایا ہے تو اس سے ان کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے[1]

و انہ لا جبرو لا تفویض. بل امربین الامرین فالقول بان العباد مجبورون فی افعالھم یستلزم الظّلم و ھو علی اللّٰہ تعالیٰ محال والقول بان لامدخل للّٰہ تعالیٰ مطلقاً فی اعمال العباد کفر

انسان کے فاعل مختار ہونے کا بیان:

خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں فاعل مختار بنایا ہے دین میں نہ تو محض جبر ہے اور نہ محض تفویض اور واگذاری ہے بلکہ اصل حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے، پس یہ کہنا کہ بندے اپنے افعال میں محض مجبور ہیں (سب کچھ خدا کرتا کراتا ہے) اس سے خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے (کہ خدا خود بندے سے بُرے کام کرواتا ہے اور پھر اسے سزا دیتا ہے) اور یہ خدا کے لیے محال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ خدا کو بندوں کے افعال میں ہرگز کوئی دخل نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

بل للّٰہ تعالیٰ مدخل بالھدایات و التوفیقات و ترکھما و ھو المعبّر عنہ فی

توفیق وخذلان کا بیان:

بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کو کارِ خیر کی توفیق دینے یا اس کے سلب کر لینے والا دخل ضرور حاصل ہے شرعی اصطلاح میں (اس توفیق دینے کو ''اھداء'' اور سلب

---

[1] شرعی اوامر واحکام میں مکلفین کیلئے کیا کیا فوائد وعوائد پوشیدہ ہیں اور نواہی و مناہی میں کیا کیا مضرات ونقصانات مضمر ہیں، ان کا ایک شمہ ہماری طباعت شدہ مفصل و مدلل فقہی کتاب ''قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ'' کے اندر بیان کر دیا گیا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے۔ (منہ عفی عنہ)

عرف الشّرع بالاضلال و لكن بتلك الهدايات لا يصير العبد مجبوراً بالفعل و لا بتركهما فى التّرك كما اذا كلّف السّيّد عبدهٗ بتكليف و اوعد على تركهٖ عقابه و فهّمه ذالک فاذا اكتفىٰ بهٰذا ولم يفعل العبد لا يعدّ العقلاء عقابه قبيحا

و لو اكد السّيّد هٰذا التّكليف بتاكيدات و تهديدات و ملاطفات و وكلّ عليه مؤكّلا و محصّلاً لايجبره عليه ففعل يعلم العقلاء انه لم يصر مجبوراً بذالک على الفعل و هذا القدر من الواسطة مما دلّت عليه الاخبار

توفیق کو "اضلال" کہا جاتا ہے، (یھدی من یشاء و یضل من یشاء) لیکن خدا کے اس ھدایت و توفیق دینے یا اس کے سلب کرنے سے انسان مجبور نہیں ہوجاتا جیسے ایک آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کا حکم دے اور اس کی بجا آوری پر انعام دینے کا وعدہ اور نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دے اور وہ کام جس طرح انجام دینا ہے اسے سمجھا بھی دے اور اسی مقدار پر اکتفا کرے اور غلام وہ کام انجام نہ دے تو عقلاء روزگار اس کی سزا دہی کو قبیح اور غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر وہ آقا اس کام کی انجام دہی کو مختلف تاکیدوں، تہدیدوں، لُطف فرمائیوں اور کرم فرمائیوں سے موکّد کردے اور مزید برآں اپنا ایک نمائندہ بھی اس پر مقرر کردے جو اسے مجبور تو نہ کرے (مگر یاددھانی برابر کراتا رہے) ان حالات میں اگر وہ شخص اس کام کو انجام دیدے تو عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ شخص اس کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہوجاتا (ہاں البتہ اُسے یہ کام انجام دینے میں سہولت ضرور ہوجاتی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کام کی انجام دہی میں وہ سہولت نہیں ہوتی) اتنی مقدار پر اخبار و آثار ضرور دلالت کرتے ہیں۔ (اور یہی صحیح مفہوم ہے بل الامر بین الامرین کا۔ واللہ اعلم)

و لیس لک التفکّر فی شبه القضا و القدروالخوض فیها فانّ الائمّة قد نهونا عن التفکّر فیهما فانّ فیهما شبهاً قویّة یعجزعنها عقول اکثر النّاس عن حلّها و قد ضل فیها کثیر من العلماء فایّاک والتفکّر و التعمّق فیها فانه لا یفیدک الاضلالاً ولا یزیدک الا جهلا

ثمّ یجب ان تؤمن بحقّیة جمیع الانبیاء والمرسلین مجملاً و عصمتهم و طهارتهم و انکار

قضاوقدر کا اجمالی بیان:

تمھارے لیے قضا وقدر کے شبہات میں غور و خوض کرنا جائز نہیں [1] ہے کیونکہ (حکمائے اسلام یعنی) ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ان میں غور وخوض کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ ان میں ایسے ایسے قوی شبہے موجود ہیں جن کے حل کرنے سے اکثر لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں بلکہ بہت سے علماء ان کی وجہ سے گمراہ ہوگئے ہیں لہٰذا ہرگز ان کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان میں غور وفکر کرنے سے سوائے ضلالت و جہالت میں اضافہ وازدیاد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ

ع کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

انبیاء پر ایمان رکھنے کا بیان:

پھر یہ بھی واجب ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین کی نبوت ورسالت اور ان کی عصمت وطہارت پر ایمان

---

[1] ارباب عقل وعلم پر مخفی نہیں ہے کہ قضاء وقدر کا مسئلہ ان مشکل عقائد ومسائل میں سے ہے کہ جن کی اصل حقیقت تک رسائی راسخون فی العلم کے سوا باقی لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے عقول ناقصہ پر اعتماد کر کے اس گرہ کو کھولنا چاہا وہ افراط وتفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے یہی وجہ ہے کہ حکماء ربانیین نے اس نازک مسئلہ میں زیادہ غور وخوض کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ جب حضرت امیر علیہ السلام سے قضا وقدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا بحر عمیق فلا تلجہ ۔ یہ گہرا سمندر ہے اسمیں داخل نہ ہو (کتاب توحید) ہاں جو حضرات اس نازک موضوع کی کچھ تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہ)

نبوّتهم او سبهم اوالا ستهزاء بهم او قول ما یوجب الازراء بشأنهم کفروا مّا المشهورون منهم کآدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ و داؤد و سُلیمن و سائر من ذکر اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن فیجب ان تؤمن بهم علی الخصوص و بکتبهم و من انکر واحداً منهم فقد انکر الجمیع و کفر بما انزل اللّٰہ

رکھا جائے اوران کی نبوت کا انکار کرنا، ان کو گالی دینا اوران کا تمسخر اُڑانا یا کوئی ایسی بات کرنا جس سے ان کی قدر ومنزلت میں فرق پڑتا ہو یا ان کی عزت و عظمت کو بٹا لگتا ہو کفر ہے۔ ان میں سے جو ہستیاں مشہور ہیں جیسے جناب آدمؑ، نوحؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ اور وہ سب جن کا خدا نے قرآن مجید میں صراحۃً ذکر کیا ہے (جیسے حضرت ابراہیمؑ، اسمعیلؑ، اسحاقؑ ادریسؑ، الیاسؑ وغیرھم) ان پر اور ان کی کتابوں پر خصوصاً ایمان رکھنا واجب ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے سب کا انکار کر دیا ہے۔

و یجب ان تؤمن بحقیّة القرآن و مافیه مجملاً و کونهٖ منزلاً من عنـد اللّٰہ تعالیٰ و کونه معجزاً و انکاره والاستخفاف بهٖ کحرقهٖ بلا ضرورة و القائهٖ فی القاذورات کفرٌ واما مالا یستلزم ذالک کمدّ الرّجل نحوه فان قصد الاستخفاف به کفرو الا فلا و کذایجب تعطیم الکعبة و الا ستخفاف بها کفر کالحدث فیها اختیاراً او قول ما یوجب الا هانة بها و کذا کتب

قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان:

اور واجب ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور جو کچھ اس میں ہے اس پر اجمالاً اعتقاد رکھا جائے اور یہ کہ وہ خدا کا نازل کردہ ہے اور پیغمبرؐ اسلام کا معجزہ (خالدہ) ہے اس کا انکار کرنا یا اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے اسی طرح وہ کام جو قہراً اس کی سبکی کا باعث ہو جیسے بلا ضرورت اسے جلانا یا اسے گندگی میں پھینکنا (یہ بھی کفر ہے) لیکن وہ کام جو بہر حال سبکی کو مستلزم نہیں جیسے اس کی طرف پاؤں دراز کرنا (تو یہ ارادہ پر منحصر ہے) اگر اس سے قصد قرآن کی اہانت ہو تو کفر ہے ورنہ نہیں، اسی طرح کعبہ کی تعظیم واجب ہے اور اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے جیسے بحالت اختیاری اس میں پیشاب و پاخانہ کرنا (العیاذ باللہ) یا کوئی

احاديث النبيّ والائمّة عليهم السّلام و بعضها يخرج عن دين الاماميّة

ایسی بات کرنا جو اس کی توہین کا باعث ہو، اسی طرح پیغمبرؐ اسلام اور ائمہ علیہم السلام کی کتب احادیث کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا امور میں سے کچھ کا ارتکاب آدمی کو مذہب امامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

و كذا يجب الاعتقاد بوجود الملائكة و كونهم اجساماً لطيفة او بعضهم و ان لبعضهم اجنحةً و لهم صعود و نزول وانكار المشاهير منهم كجبرئيل و ميكائل و اسرافيل و عزرائيل عليهم السّلام و انكار جسميتهم كفرو يجب تعظيمهم والاستخفاف بهم و سبّهم و قول ما يوجب الا زراء بهم كفرو كذا عبادة الصّنم و السجود لغير الله تعالىٰ مطلقاً بقصد العبادة كفرو

ملائکہ پر ایمان کا بیان:

اسی طرح ملائکہؑ کے وجود اور ان سب کے یا بعض کے جسمِ لطیف رکھنے، نیز ان کے پر و بال رکھنے اور ان کے (آسمانوں پر) چڑھنے اور اُترنے پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے جو مشہور ہیں جیسے جناب جبرائیل، میکائکل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، ان کا انکار کرنا یا ملائکہ کے جسمانی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے، نیز ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور ان کو خفیف و حقیر سمجھنا، ان کو گالی دینا یا کوئی ایسی بات کرنا جو ان کی توہین کا باعث ہو کفر ہے۔ اسی طرح بتوں کی عبادت کرنا اور غیر خدا کا بقصدِ عبادت سجدہ کرنا کفر ہے[1]۔

---

[1] اور اگر بقصد عبادت نہ ہو بلکہ بقصدِ تعظیم ہو تو یہ بھی گو حرام ہے مگر کفر نہیں ہے بلکہ موجب فسق ہے۔ (ملاحظہ ہو حیاۃ القلوب جلد ا ص ۴۶ طبع نولکشور) بعض کج فہم لوگ ملائکہ اور والدین یوسف کے سجدوں سے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر استدلال کیا کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ روایاتِ اہلبیت سے واضح ہے کہ ملائکہ نے جناب آدمؑ کو قبلہ سمجھ کر خدا کو سجدہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو "احتجاجِ طبرسی" وحیاۃ القلوب" وغیرہ) اور بنا بر تسلیم ایں کہ وہ سجدۂ تعظیمی تھا پھر بھی اس سے اُمت مُحمدیہ میں اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اُمتِ مرحومہ میں یہ جواز منسوخ ہو گیا ہے، جیسا کہ علامہ حائری نے اپنی تفسیر "لوامع التنزیل" جلد ا ص ۱۸۹ پر صراحت فرمائی ہے باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" باب ۳۴ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

و القول بحلوله فی غیرہ کما قاله بعض الصّوفية و ان له تعالیٰ صاحبة او ولداً او شریکاً کما قال النصاریٰ و انه تعالیٰ جسم اوان له مکاناً کالعرش وغیرہ او ان له صورةً او جُزءً او عضواً فکلّ ذالک کفرو اعلم انّه

حلول اور اتحاد کا بطلان:

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کسی چیز میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفی اور غالی کہتے ہیں، یا کسی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال[۱] ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی بیوی یا اولاد یا کوئی شریک ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا جسم رکھتا ہے، یا اس کا کوئی مکان ہے جیسے عرش وغیرہ یا اس کی کوئی صورت ہے، یا اس کا کوئی جزء یا عضو ہے یہ سراسر کفر وشرک ہے۔

لا یمکن رؤیتهٗ تعالیٰ بالبصر لا فی الدّنیا و لا فی الاٰخرة و ماورد فی ذٰلک مؤوّل و انه لا یمکن الوصول الی کنه ذاته او صفاته

رُؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ:

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے دُنیا و آخرت میں دیکھنا محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (متشابہ آیات روایات) وارد ہیں ان کی تاویل کی گئی[۲]۔ خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت واقعیہ تک انسانی عقل وخرد کی رسائی ممکن نہیں ہے۔[۳]

---

[۱] جیسا کہ اسی رسالہ کے ص۳۲ ص۳۳ ص۳۴ کے حاشیہ پر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

[۲] اس موضوع کی جملہ تفصیلات ''احسن الفوائد فی شرح العقائد'' میں دیکھی جا سکتی ہیں (منہ عفی عنہ)

[۳] اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کی صفات چونکہ عین ذات ہیں اور قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے کہ خداوندِ عالم کی کُنہِ حقیقت تک انسانی عقل وفکر کی رسائی ناممکن ہے اور اس میں زیادہ غور وفکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اُس کی صفات کی اصل حقیقت تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں زیادہ غور وفکر کرنا جائز ہے۔ (منہ عفی عنہ)

او ان التعطیل و نفی جمیع صفاتہ عنہ باطل کما یلزم علی القائلین بالاشتراک اللّفظی

بل یجب اثبات صفاتہ تعالیٰ علی وجہٍ لا یتضمن نقصاً کما تقول انہ عالم لکن لا کعلم المخلوقین بان یکون حادثاً او یمکن زوالہ او یکون بحدوث صورۃ او بآلۃٍ او معلولاً بعلّۃ فاثبت لہ تعالیٰ الصّفۃ و نفیت عنہ ما یقارنھا فینا من صفات النّقص و لا تعلمھا بکنہ حقیقتھا و تقول انّہ تعالیٰ قادِر علیٰ کل ممکن و القدرۃ فینا صفۃ زائدۃ حادثہ و آلات و ادوات فتنفی عنہ تلک الامور فتقول قادِر بذاتہ بلا صفۃٍ زائدۃ و لا کیفیۃ حادثۃ و بلا آلۃ فذاتہ البسیط

تعطیل کا بطلان:

خدا کو معطل ماننا اور اس سے تمام صفات کی نفی کرنا باطل ہے جیسا کہ (وجود کو) مشترک لفظی ماننے والوں پر یہ بات لازم آتی ہے۔

صفاتِ خداوندی پر ایمان کا بیان:

خداوند عالم کے لیے اس طرح صفات ثابت کرنا واجب ہے کہ اِس سے اُس کی ذات میں کوئی نقص لازم نہ آئے مثلاً تم یہ تو کہو کہ وہ عالم ہے مگر اس کا علم عام مخلوق کے علم جیسا نہیں ہے کہ حادث ہو یا اس کا زائل ہونا ممکن ہو یا (معلوم کی) صورت (عالم کے ذہن میں) پیدا ہو یا کسی آلہ کا محتاج ہو، یا کسی علّت کا معلول ہو خلاصہ یہ کہ اس کے لیے صفتِ علم تو ثابت کرو مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم میں جو نقائص پائے جاتے ہیں ان کی نفی کردو اور اس صفت کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ ہر ممکن بات پر قدرتِ کاملہ رکھتا ہے مگر یہ قدرت ہم میں زائد بر ذاتِ حادث ہے اور آلات و اسباب کی محتاج ہوتی ہے، پس ان تمام عوارض کی نفی کر کے کہو کہ وہ بلا صفتِ زائدہ، حادثہ اور بلا آلہ و سبب قادرِ مطلق ہے یعنی اس کی بسیط ذاتِ پاک ہر شے کو وجود دینے پر قادِر ہے، اسی طرح یہ بیشک کہو کہ وہ مرید (صاحب ارادہ) ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ چند

كافية في ايجاد كل شئ و تقول تعالىٰ مريد و الارادة فينا تتضمن اموراً من التصور لذلك الفعل و تصوّر منفعته و التصديق بحصولها و ترتّبها عليه مع تردّد غالباً حتّى ينتهي الى العزم فينبعث في النّفس شوق يوجب تحريك العضلات و الادوات حتىّ يصدر منا ذالك الفعل و ارادته تعالىٰ ليست الاعلمه القديم الذّاتي بالشئ و بما فيه من المصلحة ثم ايجاده في زمان تكون المصلحة في ايجاده فالارادة اما ايجاد للشئى كما و رد في الاخبار او علمه بكونه اصلح كما قاله المتكلّمون و كذا القول انه سميع و بصير و ما هو كمال فينا من السّمع و البصر هو العلم بالمسموعات والمبصرات و اما

امور کا حامل ہوتا ہے

(۱) اس کام کا تصور جس کا ارادہ ہے۔

(۲) اس کے فائدہ کا تصور

(۳) اس فائدہ کے حاصل ہونے اور اس کام پر اس کے مترتب ہونے کی تصدیق۔

(۴) پھر یہ ارادہ برابر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ عزم (بالجزم) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۵) جس سے نفس میں (اس کام کے کرنے کا) ایسا شوق و ذوق پیدا ہو جاتا ہے جو اعضاء و جوارح کو حرکت میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ فعل ہم سے صادر ہوتا ہے مگر خدا کا ارادہ (اس طرح نہیں ہے بلکہ) کسی چیز اور اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے علمِ ذاتی قدیم سے اس کے معلوم کرنے اور جب اس کو عالم وجود میں لانے میں مصلحت ہو تو اس کو وجود دینے کا نام ارادہ ہے پس بنابریں ارادہ ایزدی یا تو صرف کسی چیز کو وجود دینے کا نام ہے جیسا کہ اخبارِ اہلبیتؑ میں وارد ہے (کہ ارادۂ الٰہی صفاتِ فعل میں سے ہے۔) یا علم بالاصلح کا نام ہے جیسا کہ متکلمین کا نظریہ ہے اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر سماعت اور بصارت کا کمال ہم میں یہ ہے کہ مسموعات (جو باتیں کانوں سے سُنی جاتی ہیں) اور مبصرات (جو چیزیں آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں) کا علم حاصل ہو باقی رہی یہ بات کہ ہم کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے

كونهما بآلتي السّمع و البصر مع سائر شرائطهما فانّما هو عجزنا و احتياجنا الى الآلات و اما فيه فليس الاعلمه بالمسموعات و المبصرات ابداً بذاته البسيطة من غير حدوث صورة و الةٍ و اشتراط و جود ذلک الشئی فانها صفات النقص و كذا تقول انه حی و الحيٰوة فينا انما هو صفة زائدة يقتضی الحس و الحركة و فيه تعالیٰ ثابت علیٰ وجهٍ لا يتضمن النقص فانه حیٌّ بذاتهٖ لانه يصدر منه الافعال و يعلم جميع الامور فذاته البسيطة تقوم مقام الصفٰت و الآلات فينا فما هو كمال فی الحيٰوة من كونه مدركا ثابتا له تعالیٰ و ما هو نقص من الاحتياج الی الكيفيّات و الآلات منفی عنه و كذا تقول

ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دیکھنے اور سُننے کے شرائط موجود ہوں (مثلاً دیکھنے میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ چیز کسی جہت میں ہو، دوسرے یہ کہ اس کے لیے خارجی روشنی موجود ہو، تیسری یہ کہ حدِ بصر سے دُور نہ ہو چوتھے یہ کہ وہ چیز جسم رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ اس لیے ہے کہ ہم آلات واسباب کے محتاج ہیں مگر خدا کے سمیع وبصیر ہونے کا مطلب بجز اسکے اور کوئی نہیں ہے کہ وہ تمام مسموعات اور مبصرات کا ذاتی علم رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات میں اس چیز کی کوئی صورت پیدا ہو یا وہ کسی آلہ کا محتاج ہو اور وہ چیز خارج میں موجود ہو (لان علمه قبل الخلق كعلمه بعد الخلق) کیونکہ یہ امور نقص وعیب کی علامت ہیں (جس سے اس کی ذات منزہ ہے) اس طرح تم یہ تو کہو کہ وہ حیّ (زندہ) ہے مگر ہم میں حیات ایک صفتِ زائد بر ذات ہے جو حس وحرکت کا تقاضا کرتی ہے مگر خدا میں یہ صفت اس طرح ثابت ہے کہ اس سے کوئی نقص لازم نہیں آتا یعنی وہ بالذّات زندہ ہے کیونکہ اس سے مختلف افعال واعمال کا صدور ہوتا ہے اور وہ تمام امور واشیاء کو جانتا ہے۔ (اور یہ اس کی حیاۃ وزندگی کی ناقابلِ ردّ دلیل ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہم میں تو مختلف خارجی آلات و اسباب کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہاں صرف اس کی بسیط ذات ان سب کے قائم مقام ہے پس جو چیز کسی

انه متکلّم و الکلام فینا انما یکون بآلات و ادوات و کلامه تعالیٰ ایجاده الاصوات فی ایّ شئ ارادو القاء الکلام فی نفس ملک او نبی او غیر ذٰلک فلا یقوم بہٖ و لایحتاج فی ذالک الی آلۃٍ و هو حادث و هو من صفات فعله و ما هو کمال ذاتی من ذالک فهو قدرته تعالیٰ علیٰ ایجاد الکلام او علمه بمدلولاتہٖ و هما قدیمان من صفاته الذّاتیة غیر زائدة علی ذاتہٖ تعالیٰ و هکذا فی جمیع صفاتہٖ فلا تنف عنه تعالیٰ الصّفة و لا تثبت له ما یوجب نقصاً و عجزاً

ثّم اعلم انه صادق لا یجوز

ہستی کی حیٰوۃ کا کمال ہے یعنی مدرک اور عالم ہونا وہ اس کے لیے ثابت ہے اور جو چیز باعثِ نقص ہے یعنی آلات و کیفیات کا محتاج ہونا وہ اس سے مبرا ہے۔ اسی طرح تم یہ تو کہو کہ خدا متکلم ہے مگر جب ہم کلام کرتے ہیں تو اسباب و آلات (زبان، مُنہ وغیرہ) کے محتاج ہوتے ہیں لیکن خدا کے کلام کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام (یعنی حروف اور آواز) پیدا کر دیتا ہے یا فرشتہ اور نبی کے نفس میں کلام القا کر دیتا ہے۔ پس یہ کلام نہ تو خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں وہ کسی آلہ وسبب وغیرہ کا محتاج ہے، یہ صفت (کلام) حادِث ہے (نہ قدیم) نیز یہ صفاتِ فعل میں سے ہے (نہ کہ صفاتِ ذات سے الغرض اس سلسلہ میں جو کچھ خدا کا ذاتی کمال ہے وہ یہ ہے کہ خدا کلام کے ایجاد کرنے پر قادرِ مطلق ہے یا کلام کے مدلول ومُدّ عا کا علم رکھتا ہے البتہ یہ قُدرت اور علم خدا کے صفات ذاتیہ میں سے ہیں اور قدیم ہیں حادث اور زائد برذات نہیں، یہی قانون تمام صفاتِ خداوندی میں برابر جاری وساری ہے کہ نہ تو اس سے اصل صفتِ کمال کی نفی کرو اور نہ ہی اس کے لیے وہ کیفیت ثابت کرو جو اس کیلئے باعث نقص وعیب ہو[1]، نیز یہ

[1] اس اجمال کی بقدر ضرورت تشریح یہ ہے کہ خداوند عالم کی صفات کی تین قسمیں ہیں،
(ا) ہمیشہ اس کے لیے ثابت ہونگی

عليه الكذب	بھی معلوم رہے کہ خداوند عالم صادق ہے اس کے لیے کذب (جُھوٹ) روانہیں ہے۔
	حدوثِ عالم کا بیان:
ثم لا بد ان تعتقد ان العالم حادث ای جمیع ما سوی اللّٰہ بمعنی انه ینتهی ازمنة وجودها فی الازل الیٰ حد	یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ عالم یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ حادِث ہے بایں معنی کہ ازل میں اس کی ابتداء موجود ہے (جس سے قبل وہ موجود نہ تھا) اور وہ تأویل غلط ہے جو ملحدین کیا کرتے ہیں کہ ذاتاً حادث ہے (مگر بالعرض قدیم ہے یا افراد کے اعتبار

(۲) کبھی بھی اس کے لیے ثابت نہ ہوں گی

(۳) کبھی ثابت ہونگی اور کبھی نہ! پہلی قسم کا تعلق چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے اس لیے انھیں صفاتِ ذاتیہ، صفاتِ کمالیہ صفاتِ جمیلہ، صفات حقیقیہ اور صفاتِ ذات الاضافہ کہا جاتا ہے جیسے علم، قدرۃ، حیوۃ وغیرہ، یہ صفات عینِ ذات ہیں یعنی ذات وصفات میں کبھی جُدائی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جس طرح ذاتِ اَحدیّت کی اصل حقیقت تک ہمارے عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے اسی طرح ان صفات کی کُنہِ حقیقت تک بھی ہمارے افہام کی رسائی ممکن نہیں ہے، لہٰذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا عالم ہے تو دراصل مقصد یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ وہ قادِر ہے تو غرض یہ ظاہر کرنا ہوتی ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے، وعلیٰ ھذا القیاس جہاں تک خدا کے علم وقُدرۃ کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ادراک کی حدوں سے ماوراء ہے۔ دوسری قسم کی صفات کو صفاتِ سلبیہ اور صفاتِ جلالیہ بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہ خدا جسم نہیں رکھتا، کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور فعلِ قبیح نہیں کرتا وغیرہ۔ اور تیسری قسم کو صفاتِ فعلیہ اور صفاتِ اضافاتِ محضہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق خداوندِ عالم کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ وہ خالق، رازِق اور محی ومُمیت ہے، جب خدا نے یہ کام ہنوز انجام نہیں دیئے تھے تو اُس وقت بالفعل خالق ورازِق وغیرہ نہیں تھا اور اس سے کوئی نقص بھی لازم نہیں آتا، ہاں جب یہ کام انجام دے تو خالق و رازق کہلایا، اس سے زیادہ وضاحت وصراحت کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

و ھذا القدر کاف للخواص فضلاً عن العوام کما لا یخفیٰ علیٰ اولی الافهام (منہ عفی عنہ)

و ينقطع لا على ما اوّله الملاحدة من الحدوث الذّاتی فان على المعنى الذی ذكرنا اجماع جميع المِلّيين والاخبار به متظافرة متواترة والقول بقدم العالم و بالعقول القديمة و الهيولیٰ القديمة كما يقول الحكماء كفر

ثم اعلم ان انكار ما علم ثبوته من الدّين ضرورة بحيث لا يخفىٰ علىٰ احد من المسلمين الا ماشذّ كفر يستحق منكره القتل

و هی كثيرة كوجوب الصّلوات الخمس و اعداد ركعاتها و اوقاتها فی الجملة و اشتمالها على الرّكوع و السّجود

سے حادث ہے اور نوع کے لحاظ سے قدیم ہے) اسی طرح ابد کے لحاظ سے بھی اس کی انتہا موجود ہے جس کے بعد وہ نہ ہوگا۔ عالم کے حادث ہونے کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے اس پر تمام اہل ادیان وملل کا اجماع و اتفاق ہے اور اس کے بارے میں اخبارِ متظافرہ ومتواترہ موجود ہیں۔ عالم کو قدیم سمجھنا یا عقولِ قدیمہ (جنہیں عقولِ عشرہ کہا جاتا ہے) کا قائل ہونا یا ہیولیٰ (مادّہ) کو قدیم جاننا جیسا کہ فلاسفہ وحکماء کا اعتقاد ہے بالکل کفر ہے، (کیونکہ خداوندِ عالم کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں ہے)

ضروریاتِ دین کا بیان اور ان کے انکار کرنے کے احکام:

جاننا چاہیئے کہ جس چیز کا دینِ اسلام سے ہونا اس طرح بالضرورۃ و بالبداہت ثابت ہو کہ سوائے کسی شاذ ونادِر فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر مخفی نہ ہو (اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر قتل کا سزاوار ہوتا ہے[1]۔

اور یہ ضروریاتِ دین بکثرت ہیں جیسے نمازِ پنجگانہ کا وجوب، ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان

[1] دین اسلام سے خارج اگر مرتد ملی ہے تو پہلے اسے توبہ کرائی جائے گی، اگر کرلے تو فبہا ورنہ قتل کردیا جائے گا اور اگر مرتدِ فطری ہے تو بہرحال واجب القتل ہے۔ (منہ عفی عنہ)

بل تکبیرة الاحرام و القیام و القرائة علی الاظهر و اشتراطها بالطّهارة مجملاً و وجوب الغسل من الجنابة و الحیض بل النفاس علی الاظهر بل کون الغائط و البول و الرّیح ناقضاً للّو ضوء علی احتمال و کو جوب غسل الاموات و الصّلٰوة علیهم و دفنهم و وجوب الزّکوٰة و صوم شهر رمضان و کون الاکل و الشّرب المعتادین و الجماع فی قبل المرأة ناقضاله و وجوب الحج و اشتمالهٖ علی الطّواف بل السّعی بین الصّفاء و المروة والاحرام و الوقوف بعرفات و مشعر بل الذّبح و الحلق والرّمی فی الجملة اعم من الوجوب و الاستحباب علی احتمال و وجوب الجهاد فی الجملة علی الاظهرو رجحان الجماعة فی الصّلٰوة و الصّدقة

کے اجمالی اوقات اوران کا رکوع وسجود بلکہ علی الاظہر ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قرائت پر مشتمل ہونا اور ان کا اجمالاً مشروط۔ بطہارت ہونا (قطع نظر اس سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسلِ جنابت وحیض بلکہ علی الاظہر غسلِ نفاس کا واجب ہونا بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاخانہ پیشاب اور ریح کا مبطلِ وضو ہونا یا جیسے غسلِ میّت، نمازِ جنازہ اور دفنِ میّت کا وجوب اور زکوٰۃ و ماہِ رمضان کے روزوں کا واجب ہونا، اور معمول کے مطابق کھانے پینے اور قانونِ فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا مبطلِ روزہ ہونا، حج کا وجوب، اور اس کا طواف بلکہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے، احرام باندھنے، بمقام عرفات ومشعر وقوف کرنے، بلکہ ایک احتمال کے مطابق حج کا اجمالاً، قربانی کرنے سر منڈانے اور کنکر مارنے پر مشتمل ہونا عام اس سے کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ اجمالاً جہاد کا وجوب بھی ضروریات دین میں داخل ہے (قطعِ نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء ومساکین کو صدقہ دینے کا راجح وافضل ہونا، علم اور اہلِ علم کے فضل وکمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ صداقت کی فضیلت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی رذیلت، زنا و لواطت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں البتہ نبیذ کی

على المساكين و فضل العلم و اهله و فضل الصّدق النّافع و مرجوحية الكذب الغير النّافع و حرمة الزّنا و اللّواط و شرب الخمر دون النبيذ لانه مما لا يجمع عليه المسلمون و اكل لحم الكلب و الخنزير و الدّم والميتة و حُرمة نكاح الامهات و الاخوات والبنات و بنات الاخ و بنات الاخت و العمّات و الخالات بل ام الزّوجة و اختها معها على الاظهرو حرمة الرّبوٰا فی الجملة علیٰ احتمال و حرمة الظّلم و اكل مال الغير بلا جهة تحلله و حرمة القتلِ بغير حق بل مرجوحيّة السّب والقذف و رجحان السّلام و ردّه علیٰ الاظهر و رُجحان برّالوالدين و مرجوحيّة عقوقهما بل رجحان صلة الارحام علیٰ احتمال وغير ذالک مما اشتهر بينهم بحيث لا

حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی حرمت پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع و اتفاق نہیں ہے بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔) کُتے اور خنزیر، خون اور مُردار کے گوشت کی حرمت اور درجِ ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۱) مائیں۔ (۲) بہنیں (۳) بیٹیاں۔ (۴) بھتیجیاں۔ (۵) بھانجیاں (۶) پھوپھیاں (۷) خالائیں بلکہ علی الاظہر زوجہ کی ماں (ساس) اور زوجہ کی موجودگی میں اس کی بہن (سالی) سے نکاح کرنا، علی الاحتمال فی الجملہ سود کا حرام ہونا اور بلا جوازِ شرعی کسی کا مال کھانے اور بلا وجہ شرعی کسی کو قتل کرنے کی حُرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے، تہمتِ زنا لگانے کی مرجوحیّت اور علی الاظہر سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کا رُجحان، اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی نافرمانی کرنے کی رذیلت بلکہ بناء بر احتمال صلۂ رحمی کرنے کا رجحان وغیرہا من ضروریات الاسلام جو اس طرح تمام اہلِ اسلام میں مشہور و مسلم ہیں کہ سوائے کسی شاذ و نادر شخص کے اور کوئی بھی ان میں شک و شبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ الموفق)

ضروریاتِ مذہب کا بیان اور ان کے انکار کے احکام:

باقی رہے وہ امور جن کا بطریقِ مذکور مذہب

يشک فيه اِلاّ من شذّ منهم

امّا انکار ما علم ضرورة من مذهب الاماميّة فهو يلحق فاعله بالمخالفين و يخرجه عن التديّن بدين الائمّة الطاهرين صلوات اللّٰه عليهم اجمعين کامامة الأئمّة الاثنا عشرو فضلهم و علمهم ووجوب طاعتهم و فضل زيارتهم و امّا مودّتهم و تعظيمهم فی الجملة

فمن ضروريات دين الاسلام و منکره کافر کالنّوا صب و الخوارج و ممّا عدّ من ضروريات دين الاماميّة استحلال المتعة و حجّ التّمتع والبرائته من ....

.... و معاوية و يزيد بن معاويّه و کل من حارب اميرالمؤمنين او غيره من الأئمّة و من جميع قتلة الحسين عليه السّلام و قول حیّ علیٰ خير العمل فی الاذان

امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار کرنے والا مذہبِ اہل بیت سے خارج ہوجاتا ہے (اگر چہ اسلام کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور مخالفین کے زمرہ میں داخل ہوجاتا ہے، جیسے کہ ائمۂ اثنا عشر کی امامتِ حقہ، ان کے علم وفضل اور کمال و جلال، ان کی اطاعت واتباع کے واجب ہونے اور ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک ان کی محبت ومودّت اور تعظیم وتکریم کا تعلق ہے تو وہ ضروریات دین میں سے ہے اور جو اس کا منکر ہے جیسے ناصبی اور خارجی وہ کافر ہے۔ منجملہ ان امور کے جن کو مذہبِ شیعہ کے ضروریات میں سے شمار کیا گیا ہے، متعہ [1] اور حجِ تمتع کو حلال سمجھنا بھی ہے، نیز فلاں فلاں، فلاں اور یزید اور اس کے باپ اور ہر اس شخص سے بیزاری اختیار کرنا ہے جس نے جناب امیرالمومنین یا دیگر ائمۂ طاہرین میں سے کسی کے ساتھ جنگ وجدال کیا ہے، اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے برائت ظاہر کرنا اور اذان میں کلمۂ حی علی خیر العمل کہنا بھی ضروریات مذہب میں داخل ہے۔ (الی غیر ذالک من ضروریات المذهب)

---

[1] اس مسئلہ اور درج ذیل مسائل میں جو حضرات تفصیلی دلائل اور سیر حاصل بحث دیکھنے کے خواہشمند ہوں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

ثم لا بدان تعتقد فی النّبی و الأئمّة انهم معصومون من اول العمر الیٰ آخرہٖ من صغائر الذّنوب و کبائرھا و کذا جمیع الانبیاء و الملائکة

و انهم اشرف المخلوقات جمیعاً و انّهم افضل من جمیع الانبیاء و جمیع الملائکة و انهم یعلمون علم ما کان و علم ما یکون الیٰ یوم القیامة

عصمت نبیؐ وائمہ کا بیان:

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھُدیٰ علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اوّل عمر سے لیکر آخر عمر تک (الغرض مہد سے لحد تک) ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم و مطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے متعلق رکھنا بھی ضروری ہے۔

فضائل ائمہء اہلِ بیت علیہم السلام:

یہ بزرگوار تمام مخلوقاتِ خداوندی سے اشرف و اعلیٰ ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاءؐ کے باقی) تمام انبیاء و مرسلینؑ اور ملائکہؑ مقربین سے افضل ہیں اور وہ گزشتہ اور قیامت تک کے آئندہ (حتمی) حالات اور واقعات سے باخبر[1] ہیں۔

[1] مسئلہ علم امام اسلام کے معرکۃ الآرا مسائل میں سے ہے اس میں کئی قسم کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کیا امام کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ جُزوی ہے یا کُلی؟ امام علم غیب جانتے ہیں یا نہ؟ ان تمام امور کی تفصیلات مع دلائل ہم نے ''اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ'' میں درج کردی ہیں، ان تمام تفصیلات و تحقیقات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کا علم وہبی اور حصولی ہے نہ کہ حضوری، ہاں البتہ جہاں تک علمِ شریعت کا تعلق ہے اسے تو وہ بالفعل جانتے ہیں اور جہاں تک کونیات اور ما کانَ و ما یکون کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ان کا علم ارادی ہے یعنی بعض کو بالفعل جانتے ہیں اور بعض کو بالقوۃ بایں طور کہ جب ثریٰ سے ثریا تک جس چیز کے متعلق معلوم کرنا چاہیں تو اسے باعلام اللہ معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ استاذ المجتہدین آقائے سید ابراہیم اعلی اللہ مقامہ ''ضوابط الاصول'' جلد۱ ص ۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں: ''اتفاق الامامیّه علی کون علم الامام ارادیاً لا فعلیاً حضوریًا'' یعنی فرقۂ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کا علم ارادی ہے نہ کہ فعلی و حضوری۔

و ان عندهم آثار الانبیاء و کتبهم کالتوراۃ والانجیل والزّبور و صحف آدم و ابراھیم و شیث و عصا موسیٰؑ و خاتم سلیمٰنؑ و قمیص ابراھیمؑ و التّابوت والالواح وغیر ذالک و انه کما کان جهاد من جاهد و قعود من قعد عن الجهاد و سکوت من سکت و نطق من نطق و جمیع افعالهم و احوالهم و اقوالهم بامراللّٰه و ان کلما علمه رسولؐ اللّٰه علّمهٗ علیا

نیز ان کے پاس سابقہ انبیاء کے آثار و تبرکات اور کتب و بینات موجود ہیں جیسے توراۃ، انجیل زبور اور آدمؑ و ابراہیمؑ اور شیثؑ کے صحیفے جناب موسیٰؑ کا عصا، جناب سلیمانؑ کی انگوٹھی جناب ابراہیمؑ کی قمیص، تابوتِ سکینہ، الواح (موسوی) وغیرہ (الغرض سب انبیائے سلف کے تبرکات ان کے پاس موجود ہیں) اور ان ذوات مقدسہ میں سے کسی مجاہد کا جہاد ہو یا قاعِد (خانہ نشین) کا قعود، ناطق (بولنے والے) کا نطق ہو یا ساکت وصامت کا سکوت (غرض کہ) ان کے تمام افعال، احوال اور اقوال حکمِ خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں۔ (بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول و هم بامره یعملون) جو کچھ جنابِ رسولؐ خدا (منجانب اللہ) جانتے تھے، آپ نے وہ سب کچھ جنابِ امیر علیہ السّلام کو تعلیم دے دیا

''اصول کافی'' میں پُورا ایک باب اس عنوان کا موجود ہے: ان الامام اذا ارادان یعلم شیئا اعلمه اللّٰه۔ اسی طرح سابع ''بحارالانوار'' اور ''بصائرالدّرجات'' میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں اور جہاں تک کُلّی وجُزوی کی بحث کا تعلق ہے تو اگر ان کے علم کو ہمارے علم سے نسبت دی جائے تو یقیناً کُلّی ہے اور اگر اسے علمِ خداوندی کے بالمقابل دیکھا جائے تو جُزئی نظر آتا ہے۔ (ولا یحیطون بشئی من علمهٖ الّا بما شاء)

اسی طرح گو وہ باعلامِ اللہ بہت سے مغیبات پر مطلع ہیں مگر ان کو ''عالم الغیب'' نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ شرعی اصطلاح کے مطابق عالم الغیب کا اطلاق اس ذات واحد و یکتا پر کیا جاتا ہے جس کا علمِ کُلی و احاطی ہو اور ذاتی ہو اور وہ صرف اور صرف خالقِ کائنات کی ذات ہے۔

هذا هو الصّراط المستقیم فاتبعوه و لا تتبعوا السُّبل فتفرق بکم عن سبیله۔ (منہ عفی عنہ)

و کذاکل لاحق یعلم جمیع علم السّابق عند إمامتہ و انھم لا یقولون برائ ولا اجتھاد بل یعلمون جمیع الاحکام من اللہ و لا یجھلون شیئاً یسئلون عنہ و یعلمون جمیع اللّغات و جمیع اصناف النّاس بالایمان و الکفر و یعرض علیھم اعمال ھٰذہ الأُمّۃ کل یوم ابرارھا و فجّارھا

اسی طرح ہر آنے والا امام جب ظاہری عہدۂ امامت پر فائز ہوتا ہے تو اپنے پیشرو امام کے تمام علم کا عالم ہوتا ہے۔ یہ بزرگوار ذاتی رائے و اجتہاد سے مسائل بیان نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ تمام احکام (مسائل حلال وحرام) کو جانتے ہیں اور ان سے جس چیز کا سوال کیا جائے وہ اس سے ناواقف نہیں ہوتے۔ (الحجۃ من لا یقول لا ادری) وہ تمام زبانیں جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ پہچانتے بھی ہیں اور ہر روز اس اُمت کے نیکوکاروں اور بدکاروں کے (نامہائے) اعمال ان کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ولا تعتقد انّھم خلقوا العالم بامر اللہ فانا قد نھینا فی صحاح الاخبار عن القول بہ ولا عبرۃ بماروٰہ البرسی و غیرہ من الاخبار الضّعیفۃ و

تفویض کی نفی کا بیان:

یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان ذواتِ عالیہ نے خدا کے حکم سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند اخبار و آثار میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے شیخ رجب برسی وغیرہ نے اس سلسلہ میں جو بعض ضعیف اخبار نقل کیے ہیں وہ قابلِ[1] اعتبار نہیں ہیں اور ان کیلئے سہو ونسیان جائز نہیں ہے۔

[1] اقوامِ عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ عامۃ النّاس ہمیشہ اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کی محبت میں افراط کا شکار رہے ہیں یعنی محبت کے غلط جوش و جذبہ میں آ کر ان کو ان کے حدود سے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس نے یہودیوں سے جنابِ عزیر اور عیسائیوں سے جنابِ عیسیٰ کو "ابن اللہ" کہلوایا اور ان کی دیکھا دیکھی بعض نام نہاد مسلمانوں نے جنابِ رسولؐ خدا اور علی المرتضیٰؑ کو خدائی کے درجہ تک پہنچایا اور بعضوں نے گو ان ذواتِ عالیہ کو خدا تو نہ کہا مگر وہ بھی ان کو خدائی صفات و کمالات کا حامل قرار دیکر غلوّ و تفویض کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے۔ فضلوا واضلوا کثیراً۔

لا يجوز عليهم السّهو و النسيان و ماورد به من الاخبار محمولة على التقيّة	اس سلسلہ میں جو بعض اخبار وارد ہیں (جن سے ان کا سہو ونسیان ظاہر ہوتا ہے) وہ تقیہ پر محمول ہیں۔ (کیونکہ مخالفین اس کے قائل ہیں)۔
	معراجِ جسمانی کا تذکرہ:
و يجب عليك ان تقرّ بالمعراج الجسمانى و انه عرج ببدنه الشّريف و تجاوز عن	معراج جسمانی کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یعنی یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بدن شریف کے ساتھ (عالمِ امکان کی آخری حد، قابَ قوسین اَوْ ادنیٰ کی منزل تک) تشریف لے

جس طرح عابد کو معبود، ساجد کو مسجود مرزوق کو رازق الغرض مخلوق کو خالق قرار دینا اور خدا کا انکار کرنا کھلم کھلا غلو ہے (جو سراسر کفر والحاد ہے) اسی طرح یہ کہنا کہ خدا نے تو صرف سرکارِ محمد وآلِ محمد کو خلق کیا ہے بعد ازاں ان حضرات نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور یہ کہ خدا نے نظامِ کائنات چلانے کا کام ان ذواتِ عالیہ کے سپرد کر دیا ہے، اب یہی بزرگوار خلق کرتے، رزق دیتے اور مارتے وجلاتے ہیں یہ کھلم کھلا ''تفویض'' ہے (جو غلو کا ایک شعبہ وحصہ ہے) یہ عقیدہ باتفاقِ جمیع اہلِ حق باطل وعاطل ہے۔ قرآن اور پورا دفتر حدیث اس کے بطلان کے دلائل سے چھلک رہا ہے۔ ائمہ معصومینؑ نے اس فاسد عقیدہ رکھنے والوں کو کافر، مشرک اور ملعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا خلق ورِزق وغیرہ امور خدا نے آپ کے سپرد فرمائے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے ہیں: لا والله ما فوض الله الى اَحَدٍ من خلقه لا الى رسول الله و لا الى الأئمّة عليهم السّلام خدا کی قسم خدا نے کسی بھی مخلوق کو یہ امور سپرد نہیں فرمائے، نہ رسولؐ خدا کو اور نہ دوسرے آئمہ ھدیٰ کو (کفایۃ الموحدین جلد ۱ ص ۲۳۷) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: و من زعم ان الله عزّ و جلّ فوض امر الخلق و الرزق الىٰ حججه فقد قال بالتفويض و القائل بالجبر كافرو القائل بالتفويض مشرک. جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے پیدا کرنے اور روزی دینے کا معاملہ اپنی حجتوں (نبی وامام) کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ (عیون الاخبار ص ۳۷۴ سابع بحار الانوار ص ۳۵۸)

بعض لوگ اپنے اس فاسد عقیدہ کو ''باذن اللہ''۔ ''بامر اللہ'' کے پیوند کا سہارا دیتے ہیں حالانکہ یہ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور سہارا ہے۔ بعض احادیث معتبرہ میں بالتصریح اس بات کی نفی وارد ہوئی ہے۔

السموٰت و لا تصغ الیٰ شبه الحکماء فی نفی الخرق و الالتیام علی الافلاک فانّها و اهیة ضعیفة و المعراج من ضروریات الدّین و انکاره کفر

گئے اور آسمانوں سے آگے نکل گئے۔ فلسفیوں کے شبہات پر کان نہ دھرو جو وہ افلاک میں خرق والتیام کی نفی پر پیش کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ بالکل ہی بُودے اور کمزور ہیں[۱]۔ عقیدۂ معراج ضروریاتِ دین میں سے ہے اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔

و ان تکون فی مقام التّسلیم فی

تسلیم ورضا کا بیان:

یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے دینی پیشواؤں

چنانچہ رسالہ تصحیح العقائد طبع حیدرآباد دکن ص ۱۳ پر بحوالہ ''بحار الانوار'' اور ''حدیقۂ سلطانیہ'' جلد ۳ ص ۱۷۸ طبع لکھنؤ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث شریف موجود ہے، فرمایا: من قال نحن الخالقون بامر الله فقد کفر۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہم خدا کے حکم سے پیدا کرتے ہیں وہ کافر ہے۔ انہیں حقائق کی بناء پر سرکارِ علامہ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان بزرگوں نے اللہ کے اذن وامر کے ساتھ اس عالم کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند روایات میں یہ بدعقیدہ رکھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور جو بعض آثار ان حقائق کے خلاف نظر آئیں تو سمجھ لو کہ وہ غلات ومفوضہ کی پیداوار ہیں جیسے خطبۃ البیان وامثالھا کے متعلق غواص بحار اخبارِ آئمہ اطہار سرکارِ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے ملاحظہ ہو ہفتم ''بحار الانوار'' ص ۳۶۷ اور یہاں بھی شیخ رجب برسی جیسے حاطب اللیل قسم کے مؤلفین کی روایات پر تبصرہ فرمادیا ہے کہ وہ ناقابلِ اعتبار ہیں اور بحار الانوار کے مقدمہ میں شیخ رجب موصوف کی ''انوار الیقین'' پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے کہ وہ افراط وغلو پر مشتمل ہے و لا ینبئک مثل خبیر۔ ہر قسم کی افراط وتفریط سے محفوظ اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا مرکز خداوندِ عالم کی ذات کو سمجھا جائے اور وہاں تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ اور اس کی بارگاہِ معلیٰ میں شفیع سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کو سمجھا جائے۔ (یا یها الذین امنوا اتقوا الله و ابتغوا الیه الوسیلة)۔ (منہ عفی عنہ)

[۱] ان شبہات کی بنیاد نظامِ بطلیموس پر قائم ہے اور فلکیات کے متعلق آج اس نظام کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھر چکی ہیں۔ لہٰذا سائنس کی موجودہ ترقی کے دور میں جبکہ لوگ چاند پر اپنی ہمت کا پرچم لہرانے کے بعد آج زہرہ ومریخ پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، پیغمر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج جسمانی کی صحت وصداقت محتاجِ بیان نہیں رہی بلکہ اسے چار چاند لگ گئے ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

كل ما وصل اليک من مواليک فان ادركه فهمک و وصل اليه عقلک تؤمن بهٖ تفصيلاً و الافتومن بہٖ اجمالاً و تردّ علمه اليهم و ايّاک ان تردّ شيئاً من اخبارهم لضعف عقلک لعلّه يكون منهم و رددته بسوء فهمک فكذبت اللّٰه فوق عرشهٖ كما قال الصّادق عليه السّلام و اعلم ان علومهم عجيبة و اطوار هم غريبة لا يصل اليها عقولنا و لا يجوزلنا ردّ ما وصل الينا من ذالک

اور حقیقی رہنماؤں کی طرف سے جو کچھ تم تک پہنچے تم مقامِ تسلیم میں رہو اگر اس کی اصل حقیقت تک تمہاری عقل وفہم کی رسائی ہو جائے تو اس پر تفصیلی ایمان لاؤ ورنہ اجمالی ایمان پر اکتفا کرتے ہوئے اس کا حقیقی علم ومفہوم انہیں ذواتِ مقدسہ کے سپرد کرو۔ خبردار! کہیں اپنی کمزوری عقل کی وجہ سے ان کے اخبار و آثار کورد نہ کرنا، شاید (فی الواقع) وہ انہیں کا ارشاد ہو جسے تم اپنی کج فہمی سے ٹھکرادو اور اس طرح عرشِ عُلا پر تکذیبِ خدا کے جُرم کے مرتکب قرار پاؤ جیسا کہ حضرت صادقِ آلِ محمدؑ نے فرمایا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ان حضرات کے علوم بڑے عجیب اور اطوار بڑے غریب ہیں جن (کی تہہ) تک ہمارے عقول وافہام کی رسائی نہیں ہوسکتی اس لیے اس سلسلہ میں جو کچھ ہم تک پہنچے اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔

حضور معصومینؑ عند المحتضرین کا بیان:

ثم اعلم انه يجب الاقرار حضور النّبیّ و الأئمة الاثناء عشر عليهم السّلام عند موت الابرارو الفجّار و المؤمنين والكفّار فينفعون المؤمنين بشفاعتهم فی تسهيل غمرات الموت و سكراتهٖ عليهم و

یہ اقرار کرنا بھی واجب ہے کہ ہر مرنے والے کے پاس خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار، مؤمن ہو یا کافر نابکار، جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ہدیٰ حاضر ہوتے ہیں (یعنی مرنے والا ان کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے) اور شفاعت کر کے اہلِ ایمان پر سکراتِ موت اور اس کے شدائد کو آسان کر کے ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور منافقین و دشمنانِ اھلِ بیت کے

يشدّدون على المنافقين و مبغضى اهل البيت عليهم السّلام و ورد فى الاخبار ان الماء الّذى يسيل من اعين المؤمنين عند الموت و مومن شدّة فرحهم سرورهم برؤية النبى و الأئمة و يجب الاقرار بذالك مجملاً لا يلزم التّفكّر فى كيفية ذالك انهم فى الاجساد الاصلية المثالية او بغير ذالك ولا يجوز التأويل بالعلم و انتقاش الصّور فى القوىٰ الخيالية فانه تحريف لما ثبت فى الدّين و تضييع لعقائد المؤمنين

شدائد و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ بعض اخبار میں وارد ہے کہ موت کے وقت اہلِ ایمان کی آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ جنابِ رسولؐ خدا اور آئمہ ھدیٰ کی زیارت سے حاصل ہونے والی روحانی مسرت و شادمانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بات کا اجمالی اقرار کرنا واجب ہے اور اس (حاضر ہونے) کی کیفیت میں غور و فکر کرنا لازم نہیں ہے کہ آیا وہ بزرگوار اپنے اصلی اجساد و ابدان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں یا اجساد مثالیہ کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے اس حقیقت کی اس طرح تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو (مرنے والے کا) علم ہوتا ہے یا مرنے والوں کی قوتِ خیالیہ میں ان کی مقدس صورتوں کا عکس پڑتا ہے کیونکہ ایسا کرنا ایک ثابت شدہ دینی حقیقت کی تحریف ہے اور اہلِ ایمان کے عقائد کو پامال کرنے کے مترادف[1] ہے۔

[1] چونکہ ایک جسم کا (خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف) ایک آن میں ایک سے زائد مقام پر حاضر ہونا ان محالاتِ عقلیہ اور ناممکناتِ قطعیہ میں سے ہے جن سے قادر کی قدرت کا تعلق ہی نہیں ہوسکتا اور کوئی معجزانہ طاقت بھی ان کو ممکن بنا کر وجود میں نہیں لا سکتی۔ اُدھر یہ بھی شیعیان علیؑ کا مشہور و مسلم عقیدہ ہے کہ ہر مرنے والا خواہ مومن ہو یا منافق، مسلم ہو یا کافر، نیکوکار ہو یا بدکار مرتے وقت ائمہ اطہار کی زیارت سے مشرف ضرور ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک آن میں بیسیوں لوگ مرتے ہیں تو اگر وہ ہر مرنے والے کے پاس بجسمِ اصلی تشریف لے جائیں تو پھر یہ شرعی عقیدہ اس محالِ عقلی والے مسلمہ سے متصادم ہو جائے گا اور علم کلام کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ و قانون ہے کہ اگر کہیں کوئی شرعی مسئلہ کسی مسلمہ عقلی قاعدہ سے متصادم ہو تو بناء برتسلیم

و یجب الایمان بان الروح باق بعد مفارقة الجسد و یتعلّق بجسدٍ مثل هذا الجسد و هو مع جنازته و یطلع علی مشیّعیه فان کان مؤمناً یناشدهم فی التّعجیل لیصل الی ما

جسم سے جُدائی کے بعد بقاءِ روح کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ رُوح جسم سے مفارقت و جُدائی کے بعد باقی رہتی ہے، (فنا نہیں ہوجاتی) اور اس مادّی جسم جیسے جسم مثالی کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہوجاتا ہے (جس میں گوشت پوست نہیں ہوتا) اور وہ برابر جنازہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اور اپنے مشایعت کرنے والوں سے آگاہ رہتی ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا مؤمن ہے

صحت اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا لازم ہے جس سے وہ ظاہری تصادم ختم ہوجائے۔ (قرآنی متشابہات میں بھی یہی قانون جاری وساری ہے) یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر ہمیشہ علماء اعلام نے اس ظاہری تصادم کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی تاویلیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) حضرت شیخ مفید اور حضرت سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے تو یہ تأویل بیان کی ہے کہ ہر مرنے والا مرتے وقت محبت یا عداوتِ اہلِ بیتؑ کا ثمرہ ونتیجہ دیکھتا ہے۔ (اوائل المقالاتِ شیخ والدُّ رر والغرر سیّد)

(۲) بعض علمائے عظام جن میں خود سرکارِ مجلسی علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں۔ یہ تأویل فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار مرنے والے کے پاس جسم مثالی کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۲۷ مصابیح الانوار جلد ۲ ص ۱۷۳)

(۳) یہ بزرگوار آفتابِ عالمتاب کی مانند اپنے مرکز ومستقر پر تشریف فرما ہوتے ہیں مگر مرنے والے کی بینائی اس قدر تیز ہوجاتی ہے کہ وہ ان کو وہاں دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ گویا میرے پاس تشریف فرما ہیں، یہ تأویل بھی خود سرکارِ مجلسی نے سیوم بحار لانوار میں ''یمکن'' کہکر ذکر فرمائی ہے۔

(۴) خداوند عالم مرنے والے کے سامنے ان ذواتِ مقدسہ کی تمثالِ مبارک پیش کردیتا ہے، اس تأویل کو محدث جلیل سید نعمت اللہ جزائری نے انوار النعمانیہ ص ۴۵۱ پر اختیار فرمایا ہے۔

(۵) محتاط علمائے کرام ہمیشہ ایسے غامض اور متشابہہ مقامات پر یہ روشِ اختیار فرماتے ہیں کہ نہ تو محض عقلی استبعاد کی بناء پر ایسے حقائق ثابتہ کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی ظاہری معنوں کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ایسے حقائق پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں اور تفصیلی حقائق انھی کے حوالے کرتے ہیں جن کے گھر سے نکلے ہیں،

اعد اللّٰہ لہٗ من الدّرجات الرفیعة والنّعم العظیمة و ان کان منافقاً یناشدھم فی عدم التعجیل حذراً ممّا اعد اللّٰہ لہ من العقوبات و ھو مع غاسلہٖ و مقلّبہٖ و مشیّعہٖ حتّٰی اذا دفن فی قبرہ و رجع مشیّعوہ و ینتقل الرّوح الیٰ جسدہ الاصلی	تو مشایعت کرنے والوں سے جلدی لے جانے کی التجا کرتی ہے تا کہ ان بلند درجات اور عظیم نعمتوں تک پہنچ سکے جو خدا نے اس کے لیے مہیا کر رکھی ہیں اور اگر مؤمن نہیں ہے تو ان کو خدا کے واسطے دیتی ہے کہ اس کو قبر میں لے جانے میں جلدی نہ کریں کیونکہ خدا نے اس کے لیے جو کچھ عذاب وعقاب مہیا کر رکھا ہے وہ اس سے خوف زدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ برابر غسل دینے والے، اسے اُلٹنے پلٹنے والے اور مشایعت کرنے والے کے ہمراہ رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور مشایعت کرنے والے واپس لوٹ جاتے ہیں تب اسے اصلی جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ غواصِ بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی سیوم بحار الانوار ص ۱۲۷ پر مذکورہ بالا تمام تاؐویلات کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: والا حوط والا ولیٰ فی امثال تلک المتشابھات الایمان بھا و عدم التعرض لخصوصیاتھا و تفاصیلھا و احالة علمھا الی الامام علیہ السّلام کما ورد فی الاخبار الّتی اوردناھا فی باب التّسلیم واللّٰہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مُستقیمٍ۔ یعنی احوط واولیٰ یہ ہے کہ اس قسم کے متشابہات پر (اجمالی) ایمان ضرور رکھا جائے مگر ان کی تفصیلات کے متعلق بحث نہ کی جائے بلکہ انھیں امامِ عالی مقام کی طرف لوٹایا جائے ایسا ہی علامہ سید عبداللہ الشبّر نے اپنی کتاب ''مصابیح الانوار'' جلد۲ ص ۷۳ طبع ''النجف'' پر افادہ فرمایا ہے۔

والأحوط و الأولیٰ ألایمان بذالک اجمالاً وایکال العلم التّفصیلی الی اللّٰہ و رسولہٖ و خلفائہٖ واللّٰہ العالم بالحقیقة۔

مطلب وہی ہے جو اُوپر مذکور ہے۔ ہمارا ذاتی رُجحان بھی اسی طرف ہے اور ایسے مقامات پر ہمارا ہمیشہ یہی موقف رہا ہے اور ہے اور رہے گا، انشاء اللہ العزیز۔ بہرنوع ان حقائق سے اتنا تو واضح وعیاں ہو گیا کہ اس موضوع کا نبیؐ وامام کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے والے غلط عقیدہ کے ساتھ کوئی ربط وتعلق نہیں ہے اور اس حضورِ آئمہ والے عقیدہ سے اس کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہیں دیا جا سکتا وھو المقصود۔ (منہ عفی عنہ)

فیجیئة الملکان منکرو نکیر فی سورة مهیبة ان کان معذباً و مبشّر و بشیر فی صورةٍ حسنة ان کان من الابرار فیسئلان عنه عن عقائده التی یعتقد من الائمة و احداً بعد واحد فان لم یجب عن واحد منهم یضربانه بعمود من نارٍ یمتلئ قبره ناراً الیٰ یوم القیامة و ان اجاب یبشّرانه بکرامة اللّٰه و یقولان له نم نومة العروس قریر العین

و ایّاک ان تأوّل هٰذین الملکین وسؤالهما فانه من ضروریات الدین و ایّاک ان تضغ الیٰ تأویلات الملاحدة فی جمیع الملائکة بالعقول و النّفوس الفلکیة فانه قد

قبر میں نکیرین کی آمد:

اس وقت اگر مرنے والا بدکار اور عذاب کا سزاوار ہوتو اس کے پاس منکر ونکیر ہیبت ناک شکل و صورت میں اور نیکوکاروں میں سے ہوتو اُس کے پاس مبشّر وبشیر خوش آئند شکل وصورت میں آتے ہیں اور آکر اس سے اس کے تمام عقیدے کے بارے میں (بالعموم) اور اماموں کے متعلق (بالخصوص) نام بنام سوال کرتے ہیں، پس اگر کسی ایک امام کے متعلق بھی وہ صحیح جواب نہ دے تو اس کو ایک ایسا آتشیں گرز مارتے ہیں کہ اس کی قبر قیامت تک آگ سے بھر جاتی ہے اور اگر صحیح جواب دے تو اسے خدا کی عنایت وکرامت کی خوش خبری سُناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح آرام وسکون کے ساتھ خنک چشم ہو کر سو جا جس طرح عروس حجلۂ عروسی میں سوتی ہے۔

ملائکہ کا مقدّس تذکرہ:

خبردار! ان دو فرشتوں اور ان کے سؤال و جواب کی کوئی تأویل نہ کرنا کیونکہ یہ عقیدہ (اپنی مذکورہ بالا ظاہری کیفیت کے ساتھ) ضروریاتِ دین میں سے ہے، ملائکہ کے متعلق ملحدین نے جو تأویلات وتوجیہات بیان کی ہیں کہ ان سے مراد عقول اور نفوس فلکیہ ہیں ان کی طرف کان نہ دھرو کیونکہ آیاتِ متظافرہ اور روایاتِ متواترہ سے یہ

تظافرات الآيات و تواترت الاخبار بكونهم اجساماً لطيفةً يقدرون على التشكّل باشكال مختلفة و يراهم رسولُ اللّٰه و الائمّة و انهم او لوا اجنحة مثنیٰ و ثلاث و ربع و انهم اكثر خلق اللّٰه و اعظمهم و قد وردت الاخبار الكثيرة من كلّ واحدٍ من الائمة فی كيفياتهم و عظمهم و غريب خلقهم و شئونهم و اشغالهم و اطوارهم.

و يجب ان تعتقدان السمٰوات غير متطابقة بل من كل سماء الى سماءٍ خمس مائة سنة و ما بينهما مملوة من الملائكة قدورد فی الاحاديث انه مامن موضع قدم فی

حقیقت ثابت ہے کہ فرشتے جسم لطیف رکھتے ہیں اور مختلف شکلیں وصورتیں اختیار کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، جن کو جنابِ رسولؐ خدا اور ائمہ ھدیٰ دیکھتے ہیں، وہ پر بھی رکھتے ہیں، بعض کے دو دو بعض کے تین تین اور بعض کے چار چار ہوتے ہیں وہ (از روئے تعداد) سب مخلوق خدا سے زیادہ اور (از روئے جسامت) سب سے بڑے ہیں۔ ان کی کیفیت اور بڑائی، عجیب وغریب خلقت، ان کے اشغال وحالات اور اخلاق واطوار کے بارے میں ائمہ اطہار کے بہت سے اخبار وارد ہوئے ہیں۔[1]

فلکیات کے متعلق اسلامی نظریہ:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ آسمان تہہ بہ تہہ نہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور ان کا درمیانی حصہ فرشتوں سے پُر ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ آسمانوں میں قدم رکھنے کی بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں خدا کی تسبیح وتقدیس کرنے والا کوئی فرشتہ موجود نہ ہو۔[2]

[1] اس سے زیادہ اس عنوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔ (منہ عفی عنہ)

[2] آسمانوں کی حقیقت ان کی زمین سے دُوری اور ان کی باہمی مسافت اور دیگر تمام متعلقہ موضوعات کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیئے کتاب "البدر التمام" اُردو ترجمہ "الھیئۃ والاسلام" کا مطالعہ بہت سود مند اور مفید ہے لھذا اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ (منہ عفی عنہ)

السموٰت الاوفيها ملك يسبّح اللّٰه و يقدسه

و يجب ان تعتقد عصمة الملائكة و لا تصغ الى ما اشتهر بين عوام النّاس و فى التواريخ و التّفاسيروهم اخذوامن تاريخ اليهود من قصّة هاروت و ماروت و تخطية الانبياء قد ورد فى اخبارنا الرّد عليها و تفسير الأيات الواردة فيها علىٰ وجه لا يتضمن فسقهم و خطأهم و لا يسع بهذه الرسالة ذكر تفاصيلها.

ثم اعلم انه يلزمك الايمان و الاذعان بضغطة القبر فى الجملة اما انها عامة لجميع النّاس او مخصوصة بغير كمّل المؤمنين يظهر من كثير من الاخبارا الثانى و لا

عصمتِ ملائکہ کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ملائکہ ہر قسم کے گناہ و خطا سے پاک اور معصوم ہیں اور ہاروت و ماروت اور بعض انبیاء کی خطاؤں کے متعلق جو قصے کہانیاں عوام اور بعض اسلامی تواریخ و سیر میں مشہور و مرقوم ہیں وہ ناقابلِ توجہ ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے یہ قصے یہودیوں کی تاریخوں سے اخذ کیے ہیں۔ ہمارے اخبار میں ان کی رڈ کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں وارد شدہ آیاتِ (متشابہات) کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس سے ان کا فسق و فجور اور ان کی خطا و لغزش لازم نہیں آتی۔ اس مختصر رسالہ میں ان تفصیلات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

فشارِ قبر کا بیان:

جاننا چاہیے کہ فشارِ قبر پر اجمالی ایمان رکھنا ضروری ہے، باقی رہی اس کی تفصیلات کہ آیا یہ فشار سب لوگوں کو ہوگا یا کامل الایمان لوگوں کے علاوہ صرف دوسروں کو ہوگا بہت سے اخبار سے یہی دوسری شق ظاہر ہوتی ہے نیز یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ فشار رُوح کو اصلی جسم کے ساتھ

[1] اس سلسلہ میں رسالہ ''تحفۃ الاتقیاء'' اُردو ترجمہ ''تنزیہہ الانبیاء'' کا مطالعہ بہت مفید ہے اور مزید تفصیلات جاننے کے خواہشمند حضرات ہماری تفسیر فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

بدّمن الاذغان بكون الضغطة فى الجسد الاصلى لا المثالى

و بان بعد السّؤال و ضغطة القبر ينتقلون الىٰ اجسادهم المثالية فقد يكونون علىٰ قبورهم و يطلعون علىٰ زوّارهم و يأنسون بهم و ينتفعون بزيارتهم انْ كانو مؤمنين و قد ينتقلون الى وادى السّلام و هو النّجف على مشرّ فها آلاف تحية و سلام و قد ينتقلون الى جنّة الدّنيا فينتفعون بنعمها و يأكلون من فواكِهها و يشربون من انهار ها كما قال اللّه تعالىٰ ولا تحسبَن الذين قتلوا فى سبيل اللّٰه امواتابل احياء عند ربّهم يرزقون فرحين بما اتاهم اللّه من فضله و ان كانوا كافرين معاندين يذهب بهم الى النّار فيعذبون الىٰ يوم القيامة و ان كانو مستضعفين، فظاهر بعض الاخبار انهم

ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی کے ساتھ۔

عالمِ برزخ کی کیفیت کا بیان:

(نکیرین کے) سوال وجواب کے بعد روحیں مثالی جسموں میں منتقل ہوجاتی ہیں اس کے بعد اگر وہ مؤمن تھے تو ان میں سے (بعض کی رُوحیں تو) اپنی قبروں کے اُوپر رہتی ہیں جو اپنی زیارت کرنے والوں پر مطلع ہوتی ہیں ان سے مانوس ہوتی ہیں اور ان کی زیارت سے نفع اندوز وخُورسند ہوتی ہیں اور (بعض) نجف اشرف (اس کو مشرّف کرنے والے پر ہزاروں درود وسلام) کی وادیٔ السلام کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں اور بعض دُنیاوالی جنت میں داخل ہوجاتی ہیں، اس کے پھل میوے کھاتی ہیں، اس کی نہروں سے پانی پیتی ہیں الغرض اس کی نعمتوں سے لُطف اندوز ہوتی ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوجاتے ہیں ان کو مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں، خدا نے اپنے فضل وکرم سے انھیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے خوش وخُرم ہیں اور اگر وہ کافر ومعاند تھے تو اُن (کی روحوں) کو آتشِ جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں ان کو قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا، اور اگر وہ (مرنے والے) مستضعف (ضعیف العقل) ہونگے تو بعض اخبار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

يمهلون الى يوم القيامة لا يتنعّمون ولا يعذبون.

جائے گی اور ان کو (اس عالمِ برزخ میں) نہ جزا ملے گی اور نہ سزا۔

دنیوی جنت و نار کا بیان:

و يجب ان تعتقد ان للّٰه فى الدّنيا جنّةً و ناراً سوىٰ جنّة الخُلد بل ورد فى الخبر عن الرّضا عليه السلام ان جنة آدمؑ كانت ايضاً جنّة الدُّنيا لا جنّة الخلد

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنّت الخُلد کے علاوہ خدائے قدیر نے دُنیا کے اندر بھی ایک جنت و نار خلق فرمائی ہے بلکہ امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جنابِ آدمؑ کی جنت (جس سے ان کو نکالا گیا تھا) دُنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا وہ جنّت الخُلد نہ تھی (ورنہ اس سے کبھی باہر نہ آتے)۔

جنت وجہنم کا بیان:

و يجب الاذعان بالجنّة و النّار على حسب ماورد عن صاحب الشّرع و تأويلهما بالمعلومات الحقة و الباطلة والاخلاق الحسنة و الرّدية كفرو الحادبل يجب الاذعان بكونهما مخلوقين بالفعل لا انهما سيخلقان بعد ذالك و قدورد عن الرّضا ان من انكر ذالك فهو

جنت اور جہنم کے وجود پر اس طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے (کہ جنت میں ظاہری حظوظ و لذائذ اور جہنم میں حسّی تکالیف وشدائد ہونگے) لہٰذا جنت کی معلوماتِ حقہ اور جہنم کی معلوماتِ باطلہ یا جنت کی اخلاقِ حسنہ اور جہنم کی اخلاقِ رذیلہ سے تأویل کرنا سراسر کفر والحاد ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہوچکی ہیں اور موجود ہیں نہ یہ کہ بعد میں پیدا کی جائیں گی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ جو شخص جنت وجہنم کے پیدا شدہ ہونے کا انکار کرے وہ آیاتِ قرآنیہ اور معراجِ نبویؐ کا منکر ہے (کیونکہ پیغمبرؐ

منکر لِلآیات و لمعراج النّبی و هو کافر

اسلام نے شبِ معراج جنّت و نار کو بچشمِ خود دیکھا تھا) اور ایسا شخص کافر ہے۔

عقیدۂ رجعت کا بیان:

و یجب ان تؤمن بالرّجعة فانها من خصائص الشّیعة و اشتهر ثبوتها عن الائمة بین الخاصّة و العامة و قدروی عنهم لیس منا من لم یؤمن بکرّتنا والذی یظهر من الاخبار هو ان یحشر اللّه تعالیٰ فی زمن القائم علیه السّلام او قبله جماعة من المؤمنین لتقرّا عینهم برؤیة ائمتهم و دولتهم و جماعة من الکافرین و المخالفین للانتقام عاجلاً فی الدّنیا و اما المستضعفون من الفریقین فلا یرجعون الی یوم القِیٰمة الکُبریٰ و اما رجوع الائمّة فقد دلّت الاخبار الکثیرة علی رجعة امیرالمؤمنین و کثیر منها علی رجعة الحسین و دل بعض الاخبار علی رجوع النّبیّ و

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ اعتقاد شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور سُنّی و شیعہ میں ائمۂ اہل بیت سے اس کا ثابت ہونا مشہور و مسلّم ہے، ان ذواتِ مقدسہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم سے نہیں ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے) جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جناب قائم آلِ محمدؑ کے زمانۂ ظہور کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل الایمان لوگوں کی ایک جماعت کو دُنیا میں لوٹائے گا۔ تا کہ ائمہ اطہارؑ کی زیارت کر کے اور ان کی حکومت و سلطنت دیکھ کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کفار و مخالفین کی ایک جماعت کو بھی دُنیا میں لایا جائے گا تا کہ آخرت سے پہلے ان سے دُنیا میں انتقام لیا جا سکے مگر دونوں فریق کے جو مستضعف لوگ ہیں وہ قیامت سے پہلے محشور نہیں ہونگے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہارؑ کے رجوع کا تعلق ہے تو بہت سے اخبار جنابِ امیر اور جنابِ امام حسین علیہما السلام کے رجوع کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور بعض اخبار و آثار جناب رسولؐ خدا اور

سائر الائمّة و اما کون رجوعھم فی زمان القائم او بعدہٗ او قبلة فالاخبار فیه مختلفة فیجب ان تقرّبرجعة بعض النّاس و الائمّة علیھم السلام مجملاً و ترد علم ما ورد من تفاصیل ذالک الیھم و قدا وردت الاخبار الواردة فیھا فی کتاب "بحار الانوار" و کتبت رسالة مفردة ایضاً فی ذالک.

دوسرے ائمۂ ھُدیٰ کے رجوع کرنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذواتِ کا رجوع فرمانا جناب قائم آلِ محمدؑ کے زمانہ میں ہوگا یا اس کے بعد یا اس سے کچھ پہلے؟ اس سلسہ میں اخبار میں اختلاف ہے لہٰذا واجب یہ ہے کہ بعض لوگوں اور بعض آئمہ علیہم السلام کے رجوع کرنے پر اجمالی ایمان رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انھی ذواتِ عالیہ کے سپرد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جو اخبار وارد ہیں وہ میں نے "بحارالانوار" (جلد۳ طبع قدیم) میں درج کر دیئے ہیں اور اس موضوع پر میں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔[1]

قیامتِ کبریٰ کا بیان:

ویجب ان تعتقد ان اللّٰه یحشر النّاس فی القیامة و یردّ ارواحھم الی الاجساد الاصلیة وانکار ذالک و تاؤیله بما یوجب انکار ظاھرہ کما یسمع عن بعض الملاحدة کفرو الحاد اجماعاً و اکثر القرآن

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ خداوند عالم بروز قیامت تمام لوگوں کو محشور فرمائے گا اور ان کی روحوں کو ان کے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا، اس حقیقت کا انکار کرنا یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا جو اس کے اس ظاہری مفہوم کے انکار کا باعث ہو، جیسا کہ بعض ملحدین سے سُنا جاتا ہے، بالاتفاق کفر والحاد ہے، قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ قیامت کے ثابت کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان

[1] ہم نے بھی بقدر ضرورت رجعت کے موضوع پر احسن الفوائد فی شرح العقائد میں سیر حاصل تبصرہ کر دیا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (منہ عفی عنہ)

وارد فی اثبات ذالک و کفر من انکرہ ولا تلتفت الی شبہ الحکماء فی ذالک من نفی اعادۃ المعدوم و تأویل الأیٰت والاخبار بالمعاد الرّوحانی

کرنے کے متعلق وارد ہے۔ حکماء وفلاسفہ اس سلسلہ میں جو شکوک وشبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ معدوم کا اعادہ محال ہے یا اس سلسلہ کی آیات وروایات کی صرف معاد روحانی کے ساتھ تاویل کرتے ہیں تم ان کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہ کرو۔[1]

و یجب ان تذعن بحقیّۃ الحساب و تطایر الکتب یمیناً و شمالاً و ان اللّٰہ تعالیٰ

حساب وکتاب کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ بروز قیامت حساب کتاب کا ہونا اور نامہ ہائے اعمال کا دائیں بائیں ہاتھوں میں دیا جانا برحق ہے (یعنی نیکوکاروں کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں۔)

وکلّ بکل انسان ملکین احدھما عن یمین الانسان و الأخر عن شمالہٖ و یکتب صاحب الیمین الحسنات و صاحب الشّمال

کراماً کاتبین کا بیان:

خداوند عالم نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے مؤکل فرمائے ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف، دائیں طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب والا برائیاں، دن کے فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ، دن والے

---

[1] ہم نے ''احسن الفوائد فی شرح العقائد'' میں ان تمام شکوک وشبہات کے مدلل ومکمل جوابات علومِ قدیمہ وجدیدہ کی روشنی میں پیش کردیئے ہیں۔ اس کی مفصل بحث کو دیکھنے کے خواہش مند حضرات اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز قیامت کبریٰ اور اسکے بعد اس باب کے اختتام تک جو عقائد سرکار علامہ مجلسی نے مجملاً بیان فرمائے ہیں انکی تفصیلات احسن الفوائد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

السّیئات ففی الیوم ملکان یکتبان عمل الیوم فاذا انتهیٰ الیوم یصعد ان بعمله و یجیٔ ملکان یکتبان عمل اللّیلة و ایاک ان تأولهما بما یسمع فی زماننا فانه کفر.

فرشتے دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں اور جب دن ختم ہوجاتا ہے تو وہ چلے جاتے ہیں، اور رات والے آجاتے ہیں جو رات کے اعمال لکھتے ہیں، خبردار! ان کی کوئی تاویل نہ کرنا جیسا کہ آج کل سُننے میں آتا ہے کیوں کہ ایسا کرنا صریح کفر ہے۔

شفاعتِ نبیؐ وامام کا بیان:

و یجب ان تؤمن بشفاعة النّبی و الائمّة و ان الله لا یخلف و عده بالثواب و یمکن ان یخلف الوعیدبان یغفر لمن عصاه من المؤمنین من توبةٍ و انه یقبل التّوبة مقتضیٰ وعده وبان الکفّار والمعاندین من اهل الخلاف مخلّدون فی النّار و ان المستضعفین من اهل الخلاف مرجون بامر الله یحتمل نجاتهم بفضل الله والمستضعفون هم

جناب رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ کی شفاعت و سفارش پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہ کہ خدا کسی اچھے کام پر انعام واکرام کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کرتا، ہاں البتہ اگر کسی بُرے کام کرنے پر سزا کی دھمکی دے کر توبہ (یا شفاعت وغیرہ) سے وہ سزا موقوف کردے اور (گنہگار) اہلِ ایمان کو معاف دے دے تو یہ ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق توبہ کو قبول کرتا ہے (اور یہ اس کا فضل ہے) باقی رہے کفار ومشرکین اور اہلِ خلاف میں سے معاندین تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں البتہ اہلِ خلاف میں سے جو لوگ مستضعفین ہیں ان کی نجات کا احتمال وامکان ہے۔ مستضعفین سے کمزور عقل والے اور وہ لوگ مُراد ہیں جن کی عقلیں بچوں اور عام عورتوں جیسی ہوتی ہیں اور وہ لوگ جن پر (کسی نبیؑ وامام یا کسی اور ہادی ورہنما کے ذریعے سے) کما حقہ، حُجت تمام نہیں ہوئی (یعنی

ضعفاء العقول الصّبيان و النّساء والذين لم يتمّ عليهم الحجة كما هی و ان المؤمنين يدخلون الجنّة و يخلدون فی الجنّة اما بلا عذاب او بعد عذاب فی عالم البرزخ او فی النّار و اعلم ان الشّفاعة مختصة بالمؤمنين لا تتعداهم.

ان تک آوازِ حق نہیں پہنچی) باقی رہے مومنین کرام تو وہ جنت الفردوس میں داخل ضرور ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں (خوش وخرم) رہیں گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ یا تو بلا عذاب داخلِ جنت ہوں گے (اللهم اجعلنا منهم) یا عالمِ برزخ یا جہنّم میں کچھ عذاب و عِقاب کے بعد (اعاذنا الله منه) مخفی نہ رہے کہ یہ شفاعت صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا عقیدہ درست ہوگا (مگر ان میں کچھ عملی کمزوریاں ہونگی) ان کے علاوہ اور کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔

حبط وتکفیر کا بیان:

و اعلم ان الحبط و التّكفير ثابتانِ عندی ببعض معانيهما و الاخبار الدّالة عليهما لا تحصیٰ و لا تتناهیٰ و الدّلائل الموردة علی نفيهما ضعيفة كما لا يخفی علی المتدبّر فيها

جاننا چاہیئے کہ میرے نزدیک حبط (بعض سنگین قسم کے گناہ کرنے سے بعض نیکیوں کا اکارت ہوجانا) اور تکفیر (بعض خاص اچھے کام کرنے سے بُرائیوں کا محو ہوجانا بعض معنوں کے اعتبار سے جن کی قوسین میں وضاحت کردی گئی ہے ثابت ہیں (وہوالحق عندی)۔ اس سلسلہ میں واردشدہ اخبار و آثار حد احصاء و شمار سے زائد ہیں اور (علمِ کلام میں) ان کی نفی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب بودے اور کمزور ہیں جیسا کہ ان میں غور وفکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ثم لا بدان تؤمن بكل ماورد على لسان الشرع من الصّراط و الميزان و جميع احوال القيامة و اهوالها و لا تأولها بشئ الا بماورد تأويله عن صاحب الشّرع فان اوّل الكفر والالحاد التصرّف فى النواميس الشّرعيّه بالعقول الضّعيفة و الاهواء الرّدية اعاذنا اللّٰه وسائر المؤمنين منها. و من امثالها و السّلام علىٰ من اتّبع الهدىٰ.

پُل صراط و میزان وغیرہ کا بیان:

پھر ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا واجب ہے لازم ہے جو شرعِ اقدس کی زبانِ اطہر پر وارد ہوئے ہیں جیسے پُل صرط، میزانِ اعمال اور قیامت کے دوسرے حالات و کیفیات اور پر خطر و ہولناک مناظر و واقعات اور اپنی طرف سے ان حقائق کی کوئی سی تاویل کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس تاویل کے جو خود شریعت مقدسہ میں وارد ہوئی ہو کیونکہ کفر والحاد کا پہلا زینہ ہی اپنے عقولِ ناقصہ اور آراءِ کاسدہ سے حقائقِ شرعیہ میں تصرف بیجا کرنا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمام اہلِ ایمان کو اس سے اور اس جیسی (غیر شرعی) حرکات سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین بجاہ النبیؐ و آلہٖ الطّاہرین)۔ والسّلام علیٰ من اتّبع الھُدیٰ۔

البابُ الثّانی

فیما یتعلّق بکیفیّة العمل

قد علمت یا خلیلی ما اثبتناه اوّلا من لزوم متابعة اهل بیت العِصمة صلوات اللّٰه علیهم فی اقوالهم و التدبّر فی اخبارهم و آثارهم

فاعلم ان الخیر کل الخیر وجدناه فی اخبارهم وما من حکمة من الحکم الالهیّة الا وهی مصرحّة مشروحة لمن اتاها بقلبٍ سلیمٍ و عقلٍ مستقیمٍ لم یعوج عقله بسُلوک طرق الضّلال و العمی ولم یأنس فهمه باطوار اهل الزّیغ والرّدیٰ و طریق الوصول الی النّجاة والفوز بالسعادات ظاهرة بیّنه فیها لمن رفع غشاوة الهویٰ عن بصیرته و توسّل الی ربّه فی تصحیح نیّتهٖ و قد

دوسرا باب

کیفیتِ عمل کے بیان میں:

دوستِ من! قبلِ ازیں خانوادۂ عصمت و طہارت کے اقوال وافعال میں ان کی پیروی کرنے اوران کے اخبار وآثار میں غور وفکر کرنے کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ تم معلوم کر چکے ہو۔

احادیثِ اہلبیتؑ کی فضیلت کا تذکرہ:

اب تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے ہر قسم کی خیر وخوبی کواس خانوادہ کے اخبار وآثار میں پایا ہے کیونکہ حکم الٰہیہ و معارف ربانیہ میں سے کوئی حکمت ومعرفت کی بات ایسی نہیں جوان میں پوری شرح وبسط کے ساتھ موجود نہ ہو بشرطیکہ انسان عقلِ سلیم وطبع مستقیم کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے اور ضلالت وگمراہی کے راستوں پر گامزن ہوکر اپنی عقل وفکر کو کج نہ کرلے اوراپنی خداداد فہم وفراست کو کج فہم وگمراہ لوگوں کے اخلاق واطوار سے مانوس نہ کرے ان (اخبار) میں دین ودنیا کی ابدی سعادت تک پہنچنے کا راستہ ہراس شخص کیلئے واضح وآشکار ہے جو اپنی چشمِ بصیرت سے خواہشاتِ نفسانیہ کی پٹی اتاردے اوراپنی نیت کوصحیح وخالص کرنے کیلئے اپنے پروردگار سے متوسل ہو۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ جولوگ ہمارے متعلق کدوکاوش کرتے

قال اللّٰہ تعالیٰ والذین جاھدو فینا لنھدینّھم سبلنا و محال ان یخلف اللّٰہ وعدہ اذا اتیٰ اللّٰہ من الابواب التی امر اللّٰہ تعالیٰ ان یؤتی منھا

ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھادیتے ہیں اور یہ بات خدائے تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے کہ وہ وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرے بشرطیکہ یہ آنے والا خدا کے پاس ان راستوں سے آئے جن سے آنے کا اس نے حکم دیا ہے[۱]

فالّذی یجب اوّلا للسّالک الی اللّٰہ ان یصحّح نیتہٗ لانّ مدار الاعمال فی قبولھا و کمالھا علیٰ مراتب النیّات ولا یتأتّی ذالک الّا بالتوسّل التّام بجنابہٖ تعالیٰ والا ستعاذۃ من شر الشیاطین و غلبۃ الا ھواء ثم یتفکر فی عظم ھذا المقصد الاقصیٰ و یتفکّر فی انّہ بعد ذھابہٖ عن ھٰذہ النّشأۃ لا یتأتّی لہ الرّجوع الیھا لتدارک ما قدفات منہ

سالک الی اللہ کے فرائض ووظائف کا بیان:

پس سب سے پہلے جو چیز سالک الی اللہ پر واجب ولازم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو صحیح وخالص کرے کیونکہ تمام اعمال وافعال کے قبول وکمال کا دارومدار نیتوں کے درجہ ومرتبہ پر ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ توسل وتمسک کرنے، شیطان کے شر اور خواہشات نفسانیہ کے غلبہ سے پناہ مانگے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی پھر سالک کو چاہیئے کہ اس بلند مقصد کی عظمت اور اس بات میں غوروفکر کرے کہ۔

وہ ایک بار اس دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی طرف منتقل ہوجانے کے بعد پھر ہرگز یہاں واپس

[۱] اور وہ ہیں سرکارِ محمدؐ وآل محمد علیہم السلام۔ ارشاد قدرت ہے: واتوا البیوت من ابوابھا گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: انا مدینۃ العلم و علی بابھا فمن اراد العلم فلیأت من الباب: میں علم وفضل کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں جو شخص میرے شہر علم ومعرفت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس کے دروازے سے آئے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است
(منہ عفی عنہ)

و يحذر عن المحشر العظمیٰ والمصيبة الكبریٰ ثم يتفكر فی فناء هذه الدنيا و تقلّب احوالها و عدم الاعتماد عليها و علیٰ عزّها و فخرها وليرجع فی اثناء هذه التفكّرات الی ماورد عن ائمّة الهدیٰ فی ذالک لا الی كلام غيرهم لانّ لها لصدورها عن منابع الوحی والالهام تاثيراً غريباً ليس لكلام غيرهم و ان كان المضمون واحداً و ايضاً كلام غيرهم كالغزالی و ابوطالب المكّی و اضرابهما مشتمل علی حق و باطل و انهم يسوّلون باطلهم فی اثناء ذكر الحق فی نظر النّاظرين الی كلامهم ليدخلوهم فی حبالهم و مصائدهم

نہیں لوٹ سکے گا تا کہ تلافیِ مافات کر سکے[۱] اور محشرِ عُظمیٰ کی ہولناکی اور مصیبتِ کُبریٰ کی خوفناکی سے ڈرے اور اس کے شدائد سے بچاؤ کی ابھی سے تدبیریں کرے پھر اس دارِ دُنیا کے فنا ہو جانے، اس کے حالات کے ادلنے بدلنے، اس پر اور اس کی (چند روزہ) عزّت وعظمت پر اعتماد و اعتبار نہ کرنے پر بھی غور وفکر کرے اور اسے چاہیے کہ ان تفکرات و تدبرات کے سلسلہ میں دوسرے لوگوں کے کلام پر بھروسہ کرنے کی بجائے ائمہ اطہار کے کلامِ حق ترجمان پر اعتماد کرے کیونکہ مہبطِ وحی والہام سے صادر ہونے کی وجہ سے اس کلام میں وہ عجیب وغریب تاثیر پائی جاتی ہے جو دوسروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی، اگر چہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہوتا ہے۔ نیز غزالی اور ابوطالب مکی (وغیرہ) (مدعیانِ معرفت صوفیہ) کا کلام حق و باطل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ لوگ عامۃ النّاس کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسانے کے لیے حق کے ساتھ باطل کی بھی آمیزش کر دیتے ہیں[۲]

[۱] اس لیے اس زندگی کو غنیمت سمجھے اور اپنی عاقبت وآخرت کو سنوارنے وسدھارنے کے لیے جس قدر ہوسکتا ہے پوری جدّ وجہد کرے

خواہی کہ روزِ حشر کُنی خندہ بایدت
امروز از مصیبتِ فردا گریستن (منہ عفی عنہ)

[۲] جس کی وجہ سے ان کا کلام نا قابلِ اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے برعکس کلام اہلِ بیتؑ سراسر حق و صداقت ہے اور اس میں باطل کا کہیں نام ونشان تک بھی نہیں ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ثم اعلم انّ النيّة ليست هی ما اشتهربين النّاس من خطور البال والتّلفظ بها بالفاظٍ عربيّة او عجميّة بل هی الدّاعی الی فعل الانسان و هی امرکا من فی النّفس لا يطّلع عليها الی المجدّون فی طاعة اللّٰه الّذی بصرّ هم عيوب النّفس و ودواعيها قال اللّٰه تعالیٰ فالهمها فجورها وتقوٰها و هی تابعة للحال الّتی الانسان مقيم عليها کما ورد فی تفسير قولهٖ تعالیٰ قل کل يعمل علی شاکلتهٖ وهٰذا ظاهر لمن تدبّر فيه مثلاً اذا کان رجل شاکلتهٗ و طريقتهٗ و سجيّتهٗ حُبّ الدُّنيا و الحرص عليها ولا يعمل عملا من اعمال الخير و الشّر الا و مقصوده الاصلی منه حيٰوة الدُّنيا فاذا صلّیٰ کان الباعث له عليه انه اذا اخلّ

نیت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان؟

جاننا چاہیئے کہ نیت کی حقیقت وہ نہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے یعنی کسی چیز کا دل میں تصور کرنا اور پھر عربی یا عجمی الفاظ کا زبان پر جاری کرنا بلکہ دراصل نیّت اس جذبہ کا نام ہے جو انسان کو کسی کام کے کرنےکی تحریک کرتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے اور یہ نفسِ انسانی میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے جس پر سوائے ان لوگوں کے جو خدا کی اطاعت گزاری میں بہت جدوجہد کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بموجب آیتِ کریمہ ''خدا نے اس (نفس) کو بدکاری اور نیکوکاری کا الہام کردیا ہے۔'' نفس کے جملہ عیوب و نقائص اور اس کی تمام بیماریوں سے آگاہی عطا کی ہے اور کوئی شخص مطلع نہیں ہوسکتا اور یہ نیّت انسان کی اسی حالت کے تابع ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی: قُل کُل الخ ''کہہ دو کہ ہر شخص اپنی شاکلہ (نیت) کے مطابق عمل کرتا ہے'' کی تفسیر میں وارد ہے (کہ شاکلہ سے مُراد نیّت ہے) اور یہ بات صاحبان فہم و تدبّر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (اس مطلب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ) ایک شخص ہے جس کا طور وطریقہ اور عادت دُنیائے دُوں کی محبّت اور اس کی ہوس وحرص ہے اس لیے وہ جب بھی کوئی اچھا یا بُرا کام کرتا ہے تو اس سے اس کی اصلی غرض وغایت دُنیا کی جمع آوری

بالصّلٰوۃ یخلّ ذالک بدنیاہ و اذا شرب الخمر یشرب لانہ یعینہٗ علی دنیاہ و ھکذا و اذا غلب علی احدٍ حُبّ الملوک والتّقرّب عندھم لا یعمل شیئاً الا و ھویلاحظ ان یکون لھٰذا العمل مدخل فی التّقرّب الیھم والقرینۃ علی ذٰلک انہ یترک کثیرا من اعمال الخیر لا یوافق طباعھم فاذا تفطّنت لذٰلک

ہوتی ہے، مثلاً جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا محرّک یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھے گا تو اس کا دُنیاوی نقصان ہوگا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو بھی اس لیے کہ اس سے دُنیا کے حصول میں اسے مدد ملتی ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس، جب کسی شخص پر بادشاہوں کی محبت اور ان کا قُرب حاصل کرنے کا ذوق وشوق غالب ہو تو وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس کام کو ان کا تقرّب حاصل کرنے میں کچھ دخل ہے؟ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سے کارہائے خیر کو بجا نہیں لاتا جو بادشاہوں کی طبیعت کے موافق نہیں ہوتے۔

فاعلم ان للنّاس فی نیّاتھم منازل ودرجات

نیت کے معاملہ میں لوگوں کے اختلافِ مراتب کا بیان:

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ نیت کے معاملہ میں لوگوں کے درجات ومقامات یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔

فمنھم من غلب علیھم شقوتھم کما اشرنا الیہ و لیس المنظور فی اعمالھم الاامثال ماذکرنا من الامور الفاسدۃ و ھذا اذا لم یسع فی ترک تلک الحالۃ یتدرج فی الشّقاوۃ الی ان یترک دینہٗ و عقائدہ ولا یرجی خیُرہ ابداً

پہلی قسم: بعض لوگ وہ ہیں جن پر شقاوت و بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ جب بھی کوئی عمل کرتے ہیں تو مذکورہ بالا اغراضِ فاسدہ میں سے کوئی نہ کوئی دُنیاوی غرضِ فاسد ان کے پیشِ نظر ہوتی ہے، ایسے لوگ اگر اس بُری حالت کے دُور کرنے میں کدوکاوش نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ ان کی شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے دین ودیانت اور اصول عقائد کو بھی خیر

باد کہہ دیں گے اور پھر ان کی اصلاح احوال کی کوئی اُمید باقی نہیں رہ جائے گی۔

والثّانی: من ارتفع عن هذه الدّرجة ففی نفسهٖ حُبّ الدّنیا و حُبّ الأخِرة معاًویزعم انّهما یجتمعان فقد یغلب علیه حُبّ الاخرة فیعمل لها و هذا اذا لم یرفع نفسه عن هذه الدّرجة یلحق عمّا قریب بالاوّل

دوسری قسم: وہ لوگ ہیں جو سابقہ (پست ترین درجہ سے) قدرے بلند ہیں ان کے دل میں دُنیا و آخرت ہر دو کی محبت راسخ ہے ان کا گمان ہے کہ یہ دونوں باہم جمع ہو سکتی ہیں لہٰذا وہ (ان دونوں کا دامن تھامنے کی کوشش کرتے ہیں) مگر چونکہ وہ توازن قائم نہیں رکھ سکتے اسلیئے جب کبھی آخرت کی محبت کا غلبہ ہوجاتا ہے تو اس کیلئے عمل شروع کردیتے ہیں اور جب حب دُنیا غالب آجاتی ہے تو اس کی خاطر عمل کرنے لگ جاتے ہیں، اگر ایسے لوگ اپنے آپ کو اس درجہ سے بلند تر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے تو بہت جلد وہ پہلے درجہ والے لوگوں کے زمرہ میں داخل ہوجائیں گے۔ (خدانہ کرے کہ ایسا ہو)

والثّالث: من غلب علیه خوف عقاب اللّٰه و تنّبه و تفکّر فی شدید عذابهٖ والیم عقابهٖ فصار ذٰلک سبباً لحط الدّنیا عن نظرهٖ فهو یعمل کلما یعمل من الاعمال الحسنة و یترک ما یترک من الاعمال السّیّئة خوفاً و هذه العبادة صحیحةٌ علی الاظهرو لکن لیس فی درجة

تیسری قسم: وہ لوگ ہیں جن کے دل و دماغ پر خدا کے عذاب وعقاب کا خوف مسلط ہے، ان لوگوں نے جب خدا کے سخت عذاب اور اسکے دردناک عقاب کے متعلق غور وفکر کیا تو دُنیا ان کی نظروں میں ہیچ و پوچ ہوگئی اب وہ جس قدر اعمالِ صالحہ بجالاتے ہیں اور جس قدر اعمالِ سیئہ سے دامن بچاتے ہیں وہ صرف اسی خوفِ عقاب کا نتیجہ ہے اگر چہ علی الاظہر یہ عبادت صحیح ہے لیکن کامل نہیں ہے (بلکہ ناقص ہے) حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام سے مروی

الکمال و قد وردعن الصّادِق علیه السلام انها عبادة العبید.

ہے فرمایا: یہ غلاموں والی عبادت ہے جو مالک کی سزا سے ڈر کر اطاعت کرتے ہیں۔

الرّابع: انه قد غلب علیه الشوق الی ما اعد اللّٰه للمحسنین فی الجنّة فیعبد اللّٰه لطلب تلک الامور و قدور د فی الخبرانها عبادة الاجراء و هذا قریب من السّابق

چوتھی قسم: وہ لوگ ہیں جن پر اس بے پایاں اجر وثواب حاصل کرنے کا شوق غالب ہے جو خدائے تعالیٰ نے جنت الفردوس میں نیکوکار لوگوں کیلئے مہیا کر رکھا ہے چنانچہ وہ اسی ثواب کے حصول کی غرض سے (شب و روز) خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ روایت میں وارد ہے کہ یہ مزدوروں (اور تاجروں) والی عبادت ہے، یہ سابقہ (تیسری قسم) کے قریب ہے (جو علی الاظہر صحیح تو ہے مگر کامل عبادت نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔)

والخامس: انّه یعبد اللّٰه لانّه اهل للعبادة و هذه درجَة الصِدّیقین و قد قال امیرالمومنین ما عبد تک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنّتک بل وجدتک اهلاً للعبادة فعبدتک و قدوردعن الصّادقؑ انها عبادة الاحرار ولا یسمع هذه الدّعویٰ من غیر هم اذ لایکون هذا الالمن یعلم من

پانچویں قسم: وہ لوگ ہیں جو صرف اس لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ خدا (اپنے ذاتی کمالات اور عظیم نعمات کی وجہ سے) لائق عبادت ہے، یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین (خدا کو خطاب کر کے) کہتے ہیں: میں نے تیری جہنم کے خوف یا تیری جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی بلکہ صرف تجھے لائق عبادت سمجھ کر تیری عبادت کی ہے۔"

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: یہ آزاد لوگوں والی عبادت ہے، یہ دعویٰ (جو جناب امیر نے فرمایا ہے انہی ذواتِ مقدسہ کے شایانِ شان ہے اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ قابلِ سماعت

نفسہٖ انّہ لو لم یکن لِلّٰہ جنّۃ ولا ناربل لو کان والعیاذ باللّٰہ العاصی فی الجنّۃ والمطیع فی النّار لاختار الا طاعۃ لانہ تعالیٰ اھل لھا.

نہیں ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ یقین ہو کہ اگر بالفرض خدا نے جنت و دوزخ پیدا ہی نہ کی ہوتی بلکہ پناہِ بخدا، اگر ایسا ہوتا کہ گنہگار کو جنت میں اور نیکوکار کو جہنم میں داخل کیا جاتا تب بھی وہ (جنت و جہنم کے تصور سے بالاتر ہو کر) خدا کی اطاعت ہی کرتا کیونکہ وہ عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

والسّادس: انہ یعبد اللّٰہ فانہ یلاحظ نعمہ تعالیٰ الغیر المتناھیۃ فیحکم عقلہ بان ھذا المنعم یستحق لان یعبد لنعمہ.

چھٹی قسم: وہ لوگ ہیں جو شکرگزاری کے جذبے کے ماتحت خدا کی عبادت کرتے ہیں کیوں کہ جب وہ اپنے خالق و مالک کی نعماتِ غیر متناہیہ کو دیکھتے ہیں تو ان کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا محسن و منعم حقیقی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے ان انعامات کی وجہ سے اس کی عبادت کی جائے۔

والسابع: انہ یعبد اللّٰہ حیاءً فانہ یحکم عقلہ بحسن الحسنات و قبح السّیّئات و یعلم ان اللّٰہ تعالیٰ مطلع علیہ فی جمیع احوالہٖ فھٰذا یعبدہ حیاءً ولا یلتفت الیٰ ثواب ولا عِقاب و الیہ یشیر ماورد فی تفسیر الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانّک

ساتویں قسم: وہ لوگ ہیں جو شرم و حیا کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی عقل و خرد یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اچھائیاں اچھی اور بُرائیاں بُری ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدائے علیم ان کے تمام حالات و کیفیات پر مطلع ہے اس لیے یہ شرم و حیا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (اور برائی سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کے سامنے کس طرح گناہ کریں) ثواب و عذاب کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ لفظ ''احسان'' کی تفسیر میں جو وارد ہے کہ ''خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

تراه فان لم تكن تراه فانه یراک.

رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو ضرور تمھیں دیکھ رہا ہے۔" اس میں اسی (بلند) مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

الثّامن: ان یعبده حباً له ورتبة المحبّة من اعلیٰ مراتب الکمال و هی تحصل بدوام ذکرہٖ حبّاله و کثرة العبادة و تذکّر نعم اللّٰه تعالیٰ علیه و الطافهٖ الیه و اذا حصلت المحبّة لا یجوز مخالفة محبوبهٖ لحبّهٖ ایّاه و لا ینظر الی نفع ولا ضرر.

آٹھویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ) محبت کا مرتبہ کمال و جمال کا اعلیٰ و اکمل مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ و مقام بوجہ محبت ہمیشہ اس کا ذکر کرنے، بکثرت عبادت بجالانے، اس کی (بے حساب) نعمتوں اور اپنے اوپر اس کے مراحم و الطاف کو یاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور جب محبت حاصل ہوجائے تو پھر (قانونِ قدرت و فطرت کے مطابق) محبوب کی مخالفت جائز نہیں ہوتی، (اس لیے وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں) اور وہ اپنے کسی نفع و نقصان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

والتّاسع: انه یعبد تقرّباً الیه ای طلب القربة و للقرب معان دقیقة نشیر الیٰ بعضها اذلا یتصوّر فی شأنهٖ تعالیٰ القرب الزّمانی والمکانی فالمراد اما التقرّب بحسب الدّرجة والکمال اذ فی مراتب النّقص له غایة البُعد عن جنابٖ لغایة کمالهٖ فاذارفع عن

نویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کا قرب حاصل کرنے کی خاطر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ "قُرب" کے چند دقیق معنی ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کے حق میں قربِ زمانی و مکانی کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا (کیونکہ وہ زمان و مکان اور اجسام و ابدان کی قید سے آزاد ہے) پس اس قُرب سے مُراد یا تو درجہ اور کمال والا قرب ہے کیوں کہ نقص و عیب کی صورت میں آدمی خدا کی جانب سے انتہائی بعید ہوتا ہے اس

نفسہٖ بعض النّقائص واتصف ببعض الکمالات قل بعدہ و تخلّق ببعض اخلاقہٖ او القرب بحسب المصاحبۃ المعنویّۃ والتذکر فانہٗ اذا کان محبٌ فی المشرق و محبوبہ فی المغرب فھو علی الدّوام فی ذکرہٖ مشغول بخدماتہ و الامور المفوّضہ الیہ و ھٰذا فی الحقیقۃ اقرب من العدّو الذی ھو جالس بجنبہٖ ولا ریب ان ھٰذین المعنین الذین ذکرنا ھما یحصلان من العبادۃ فیمکن ان یکون غرض العابد حصول ھٰذین المعنیین وللقرب معان اُخر وللنیّۃ درجات اخر فیما بین المراتب الّذی ذکرنا لاینتا ھی و انا اشرنا الیٰ بعضھا علیٰ سبیل التّمثیل لیعرف المؤمن السّالک الی اللّٰہ خطر ھٰذا الطریق و یتوسّل الیہ لینجیہ من مھالک ھٰذہ المسالک حتّٰی اذا دخل فی

لیے کہ وہ کمال کے آخری درجہ پر فائز ہے لہٰذا جب آدمی اپنے سے بعض نقائص دُور کردے اور بعض کمالات سے متصف ہوجائے تو اس کا خدا سے یہ بُعد کم ہوجاتا ہے اور وہ بعض اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہوجاتا ہے یا صحبتِ معنوی اور یادِ (محبوب) والا قُرب مراد ہے کیونکہ جب محبّ مشرق میں ہو اور اس کا محبوب مغرب میں تب بھی وہ ہمیشہ اس کے ذکر وفکر اور اس کی طرف سے سپرد شدہ خدمات کی بجا آوری میں مشغول رہتا ہے، ایسا محبّ درحقیقت (باوجود بُعدِ مکانی) کے اپنے محبوب سے اس دشمن سے بدرجہا قریب تر ہوتا ہے جو اس کے پہلو میں بیٹھا ہے یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ (قرب کے یہ) دونوں معنی عبادت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عبادت گذار کا مقصد ان دنوں معنوں کے اعتبار سے خدا کا قُرب حاصل کرنا ہو۔ (مخفی نہ رہے کہ) قرب کے کچھ اور معانی بھی ہیں اور مذکورہ بالا درجات کے علاوہ نیّت کے بعض اور غیر محدود درجے بھی ہیں مگر ہم نے بطور مثال صرف چند مراتب و مدارج کی طرف اشارہ کردیا ہے تاکہ مؤمن سالک کو اُس راستہ کے خطرات سے آگاہی حاصل ہوجائے اور خدا سے توسُّل وتمسک حاصل کرے تاکہ وہ اسے اس راستہ کی ہلاکتوں سے نجات عطا کرے یہاں تک کہ یہ

زمرة عباد اللّٰه المخلصين من شرّ الشيطان الرّجيم كما قال تعالیٰ انّ عبادی ليس لک عليهم سلطان

ولنعم مامثل الشيطان بالكلب الّذی يكون علی ابواب الناس و يؤذی من يهم بدخول دار مالكهٖ و لا يمكن دفعه الّا بان ينهره المالک و يزجره او يعلم ان الداخل من اصدقاء صاحب البيت فكذا هٰذا الكلب اللعين مؤكل علی باب اللّٰه تعالیٰ لئلا يدخله الاجانب و من لا يليق بشقائه بالدّخول فيه فاذانهره صاحب البيت بسبب الاستعاذة العبد بهٖ من شرّه او علم انه من متقربی هذه الحضرة و من خواص مالک الملوک و كثيرا ما يدخل هٰذا الباب و يخرج منه و له

خدا کے ان مخلص بندوں کے زمرہ میں داخل ہوجائے جو شر شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(اے شیطان!) جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے"

(شیطان کی مثال عنوان)

شیطان کی بہترین مثال وہ ہے جو اسے اس کُتے کے ساتھ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے لہٰذا جو شخص بھی اس کے مالک کے گھر میں داخل ہونا چاہے وہ اسے (کاٹتا اور) اذیت پہنچاتا ہے اور اس سے بچاؤ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مالک اسے ڈانٹ ڈپٹ پلائے یا کُتے کو یقین ہوجائے کہ یہ آنے والا صاحبِ خانہ کے دوستوں میں سے ہے (اس لیئے اس کی یہاں آمد و رفت رہتی ہے) بعینہٖ اسی طرح یہ ملعون بھی (گویا) خدا کے دروازہ پر بیٹھا ہے، تاکہ اُس کی بارگاہ میں اجنبی لوگ اور وہ لوگ جو اپنی شقاوت و بدبختی کی وجہ سے اُس (گھر میں) داخل ہونے کے لائق نہیں ہیں داخل نہ ہونے پائیں۔ پس جب بندہ اس کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہے اور خدا اسے جھڑک دیتا ہے یا شیطان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بندہ اُس بارگاہ کے صاحبانِ قُرب اور مالک الملوک کے خواص میں سے ہے اور اس دروازہ پر اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ

انس بصاحب البيت لا يتعرض له هذا الكلب فاذا توسّل السّالک بجنابهٖ تعالیٰ و صحّح نيّتهٗ بقدر الجهد فی بدوالامر بطلب ما يعلم انه خير اخرته فيه و لا يبالی بان يعدّهٖ اهل الزّمان و جهلة الدّوران حشويّاً او قشريّاً او زاهِدًا خشكاً او ينسب الی الجهل و اذا كان بهذه المنزلة يظهر له الحق عياناً

صاحبِ خانہ سے مانوس و مالوف ہے تو یہ کتا اسے کچھ نہیں کہتا۔ پس جب سالک الی اللہ خدا سے متمسک ہو اور بقدر طاقت و وسعت ابتدا ہی سے اپنی نیت کو صحیح کر لے یعنی صرف ان باتوں کو طلب کرے جن کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس کی آخرت کی بھلائی ان میں مضمر ہے اور اس بات کی ہرگز پروانہ کرے کہ اھلِ زمان اور جاھلانِ دوران اسے ''حشوی'' یا ''قشری'' یا ''زاھدِ خُشک'' کہتے ہیں یا اس کو جاہل قرار دیتے ہیں، پس جب وہ اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا تو حق اس کے سامنے (روزِ روشن کی طرح) واضح اور جلوہ گر ہو جائے گا۔

حقیقی معلم کی تلاش:

فينبغی بعد ذالک ان يبتغی معلّماً مستأنساً بكلام اهل البيت و اخبار هم معتقدا لها لامن يأوّل الاخبار بالآراء بل من صحّح عقائده من الاخبار

بعدازاں اسے چاہیئے کہ (سب سے پہلے تو) اپنے لیے معلم و استاد وہ تلاش کرے جو اھلِ بیتؑ کے کلام اور اخبار و آثار سے مانوس ہو اور ان کی حقانیت کا معتقد بھی ہو، نہ وہ جو ان کے اخبار (احادیث) کی (ذاتی) رائے و خیال سے تاویل کرے بلکہ وہ ایسا ہو جس نے اپنے عقائد (ائمہ اطہارؑ کے) اخبار کی روشنی میں دُرست کیے ہوں۔

علمِ دین طلب کرنے کا صحیح طریقہ:

و يشرع فی طلب العلم ابتغاء وجه اللّٰه و طلب مرضاته و يتدبّر فی اخبار اهل البيت و يكون مقصد

اس وقت خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے طلب علم شروع کرے اور اخبارِ اہل بیتؑ میں تامّل و تدبر کرے اور علم حاصل کرنے کا

التحصيل العمل فلا العمل ينفع بدون العلم كما وردعن الصّادِق عليه السلام ان العامل على غير بصيرة كالسّائر علىٰ غيرِ الطّريق لا يزيده سرعة السير الا بعداً ولا العلم ينفع بدون العمل و ايضاً لا يحصل العلم بدون العمل كماروى من عمل بما علم اورثه اللّٰه علم مالم يعلم و قد شبّه العلم بالّسراج يكون مع السّائر فى طريق مظلم اذا وقف ولم يمش لايضئ له الا مقدار معلوم و كلما مشى يضئ له مقدار آخرفا لعلم يعين على العمل والعمل يزيد فى العلم

فينبغى ان يقسم يومه ثلاثة اقسام فى بعض اليوم يسعىٰ لطلب الرّزق الحلال و فى بعض اليوم يتلذذ بالحلال و فى بعض آخر يشغل بالفرائض والسّنن و النوافل

مقصد عمل کو قرار دے کیونکہ علم کے بغیر عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ حضرت صادقِ آلِ محمدؑ سے مروی ہے فرمایا: جو شخص علم و معرفت کے بغیر عمل کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص غلط راستہ پر چلتا ہے کہ جوں جوں تیز چلتا ہے (توں توں منزلِ مقصود) سے دور سے دور تر ہو جاتا ہے، نیز حقیقی علم بھی عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو خدا اسے اس چیز کا علم عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا، علم کو اس چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے، جو اس آدمی کے ہاتھ میں ہو جو تاریک راستے پر چل رہا ہے کہ جب وہ چلنا ترک کر دے اور (ایک مقام پر) رک جائے تو صرف تھوڑی سی محدود جگہ روشن ہوتی ہے مگر جب چلنا شروع کر دے تو اور جگہ بھی روشن ہونے لگ جاتی ہے۔ (الغرض علم و عمل میں چولی دامن اور لازم و ملزوم والا رشتہ ہے) علم عمل کرنے پر اعانت کرتا ہے اور عمل علم میں اضافہ کرتا ہے۔

تقسیم اوقات کا بیان:

پس (طالب علم) کو چاہیئے کہ اپنے دن کو تین حصوں پر تقسیم کر دے ایک حصے میں رزق حلال کمائے دوسرے حصے میں حلال لذائذ سے لطف حاصل کرے اور تیسرے حصہ میں فرائض اور نوافل بجالائے (جن میں علم بھی داخل ہے)

و ينبغى ان يحصل نبذةً من العلوم الألية لا فتقار علم الحديث اليها كعلم الصّرف و النّحو و قليلاً من المنطق و قليلاً من علم الاصول و بعض الكتب الفقهية ثم يبذل غاية الجهد فى علم الحديث و يطالع الكتب الاربعة وغيرها من تصانيف الصدوق وغيره ولقد اجتمع عندنا ماسوى الكتب الاربعة نحو من مأتى كتاب و لقد جمعتها و فسرتها فى كتاب "بحار الانوار" فعليك بالنظر والخوض فى لججه والاستفادة منه فانه بحر كما سمّى به

علوم وفنون حاصل کرنے میں ترتیب کا تذکرہ:

نیز طالب علم کو چاہیئے کہ اصل مقصود بالذات علوم سے پہلے کچھ مقدار آلی و مقدماتی علوم کی بھی حاصل کرے کیونکہ (علم قران) وحدیث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے جیسے صرف، نحو اور کچھ تھوڑی سی منطق، کچھ تھوڑا سا اصول فقہ اور بعض فقہی کتب پھر (علم قران) اور حدیث میں اپنی پوری کوشش صرف کرے اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور کتب اربعہ (اصول وفروع کافی من لا یحضرہ الفقیہ استبصار۔اور تھذیب الاحکام وغیرہ کتب مؤلفہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرے ہمارے پاس (بفضلہ تعالیٰ) کتب اربعہ کے علاوہ (حدیث) کی قریباً دوسو کتابیں موجود ہیں جن سب کو میں نے مع ان کی تشریح وتوضیح کے کتاب "بحارالانوار" میں جمع کردیا ہے۔تم پر لازم ہے کہ اس میں گہری نظر ڈالو اور اس کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس سے استفادہ کرو کیونکہ وہ اسم با مسمّٰی ہے۔(فی الواقع علوم ومعارف آلِ محمدؐ کا بے پایاں سمندر ہے۔)

ثم اعلم يا اخى ان لكل عبادة روحاً و جسدًا و ظاهِراً و باطناً فظاهرها و جسدها الحركات المخصوصة و باطنها الاسرار

بعض اسرار الاحکام کا بیان:

اے برادرِ ایمانی! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر ہر عبادت کی ایک رُوح ہوتی ہے اور ایک جسم اور ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، پس ان کا ظاہر

المقصودة منها والثّمرات المرتبة عليها و روحها حضور القلب والاقبال عليها و طلب حصول ما هو المقصود منها ولا تحصل تلک الثمرات الا بذالک کا لصّلوٰة الّتی هی عمود الدّین جعلها اللّٰه تعالیٰ افضل الاعمال البدنیة و رتّب علیها آثاراً عظیمةً قال اللّٰه تعالیٰ ان الصّلوة تنهیٰ عن الفحشاء و المنکر و قال رسُول اللّٰه الصّلوٰة معراج المؤمن ولا یترتّب علیها تلک الثّمرات الا بحضور القلب الّتی هی رُوحها اذالجسد بلا روح لا یترتب علیه اثرو لهذا تری صلوتنا لا تنهانا عن الفحشاء والمنکر ولا یحصل لنا بها العروج عن تلک الدّرکات الدّنیة الی الدرجات العلّیة فان الصلوة معجون الٰهی و مرکب سماوی اذالو حظت فیها شرائط عملها ینفع لجمیع الامراض النفسانیة والادواء الرّوحانیة

(اور جسم) تو وہ حرکاتِ مخصوصہ ہیں (جو ایک عبادت گذار انجام دیتا ہے) اور اس کا باطن وہ اسرار و رموز ہیں جو اس سے مطلوب ہیں اور وہ ثمرات ہیں جو اس پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی روح ہے حضورِ قلب اور اس عبادت کی طرف توجہ کرنا اور اصل مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ ثمرات صرف اسی (حضور قلب) سے حاصل ہوتے ہیں جیسے نماز جو دین کا ستون ہے اور جسے خداوند عالم نے تمام بدنی و جسمانی اعمال سے افضل قرار دیا ہے اور اس پر عظیم آثار و نتائج مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے بالتحقیق نماز بُرائی اور ناشائستہ حرکات سے روکتی ہے اور جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نماز مؤمن کی معراج ہے مگر اس کے یہ ثمرات صرف حضور قلب سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں جو کہ روح نماز ہے کیونکہ جسم بلا روح پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا اس لیئے تم دیکھتے ہو کہ ہماری نماز ہمیں برائی اور ناشائستہ حرکات سے نہیں روکتی اور نہ ہی اس سے ہمیں پست درجات سے بلند درجات کی طرف معراج ہوتی ہے کیونکہ نماز ایک ایسی خدائی معجون اور آسمانی مرکب ہے کہ اگر اس کی بجا آوری کے جملہ شرائط و آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ تمام نفسانی و روحانی امراض کے (ازالہ) کے لیے مفید و سودمند ہے۔

فيلزم ان يكون الانسان متذكراً فى كل فعل من افعال الصّلوٰة سرّ ذٰلک الفعل والغرض المقصودمنه ففى الدعوات المتقدّمة عليها ايناس للنّفس الّتى استوحشت بسبب الاشتغال بالامور الدُّنيويّة الّتى اضطراليها الانسان بحسب الحكم و المصالح ليكون عند الشّروع فيها مستأنسابجنابهٖ تعالىٰ وايضاً من شرائط قبولها التّقوىٰ والورع عن المعاصى اذبارتكابها يبعد عن ساحة قربهٖ و قد قال اللّٰه انما يتقبّل اللّٰه تعالىٰ من المتّقين ولما ارتكب العبد الاعمال السيّئة و بُعُدَ بسببها غاية البُعد يتضرع قبل الصّلوٰة ان يغفر له و يصفح عن جرائمهٖ ليصير اهلاً لان يعبده ويناجيه و فى التّكبيرات تنزيه لجنابهٖ تعالىٰ عن الشريک و المثل والنّقص و عن ان يكون للعبدادراكه بالقوىٰ الظّاهرة والباطنة والعقول والافهام

بعض اسرار الصلوٰۃ کا بیان:

پس لازم ہے کہ جب (نماز گزار) آدمی افعال نماز میں سے کوئی فعل بجالائے تو اس کی جو اصلی غرض وغایت ہے اس کو پیشِ نظر رکھے مثلاً نماز سے پہلے جو (مستحبی) دُعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نفسِ انسانی چونکہ ان دُنیوی امور میں جن کی بجا آوری اس کے لیے ناگزیر ہے مشغول ہونے کی وجہ سے وحشی ہوگیا ہے (یعنی خدا اور اس کے دین سے مانوس نہیں رہا) لہٰذا ضرورت تھی کہ نماز شروع کرنے سے قبل ان دُعاؤں کے پڑھنے سے خدا کی بارگاہ سے مانوس ہوجائے۔ نیز من جملہ قبولیتِ نماز کے شرائط کے ایک شرط پرہیزگاری اور گناہوں سے اجتناب کرنا بھی ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب سے انسان خدا سے دُور ہوجاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ اللہ سُبحانہ، تو صرف مُتقیوں کے عمل کو قبول فرماتا ہے پس جب بندے نے بُرے اعمال کا ارتکاب کیا اور ان کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے بہت دُور ہوگیا تو اب وہ نماز پڑھنے سے پہلے تضرع وزاری کرتا ہے کہ خدا اسے معاف کردے اور اس کے جرائم سے درگزر فرمائے تاکہ وہ خدا کی عبادت کرنے اور اس سے مناجات (راز و نیاز کی باتیں) کرنے کے لائق ہوجائے اور نماز کے شروع میں جو) تکبیریں کہی جاتی ہیں ان میں یہ حکمت پوشیدہ

وتذكّر للعقائد الحقّة لتستقر فى النفوس و فى دعاء التوّجه تلقين الاخلاص فى النيّة والاظهار لغاية العبوديه ورفع النّظر عمّا سواه و التوجه بسرائره اليه و فى القرائة مكالمة مع المحبوب الحقيقى و مناجات بذكر محامدهٖ اوّلاً و وصفه بالاوصاف الكمالية وسيلة امام الحاجت ورعاية لِاداب المكالمات والمناجات ثم اظهار العبودية ثم التّخلى عن الحول والقوة والاستعانة بهٖ فى جميع الامور خصوصاً فى العبادة ثم طلب الهداية الى صراط مستقيم و هى صراط النّبىؐ والائمّة فى جميع العقائد والاعمال والاخلاق والطرق الى اللّٰه تعالىٰ و هٰذا المطلب مشتمل علىٰ جميع المطالب العاليّة ثم الاستعاذة عن صراطِ اعدائهم ويندرج فيه جميع العقائد الباطلة والاخلاق الردية والطرق المضلة و جميع

ہے کہ خداوند عالم کی ذات کی شریک، مثل اور ہر قسم کے نقص وعیب اور اس بات سے تنزیہہ وتقدیس اور پاکیزگی بیان کی جائے اور یہ کہ ظاہری و باطنی قویٰ اور عقول وافہام سے اس کی اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہوسکتی نیز ان سے عقیدۂ حق کی یاد تازہ ہوجاتی ہے تاکہ وہ طبیعتوں میں راسخ ہوجائیں اور دعائے توجہ (وجہت وجھی للذی۔۔۔الخ) میں خلوصِ نیت کی تعلیم بندگی کا اظہار، ماسوی اللہ سے قطعِ نظر اور خدا کی طرف مکمل توجہ وانقطاع کا اعلان کرنا مقصود ہے۔ اور (حمد وسورۃ) پڑھنے میں محبوبِ حقیقی کے ساتھ اس طرح باہمی گفتگو ومناجات ہے کہ پہلے اس کے محامد ومناقب اور اس کے اوصاف کمالیہ ذکر کیے گئے ہیں تاکہ وہ حاجت برآری کا ذریعہ قرار پائیں اور باہمی گفتگو اور راز و نیاز عرض کرنے کے آداب کی رعایت بھی مدِ نظر رہے، پھر اس میں بندگی کا اظہار اور پھر اپنی طاقت وقوت سے بیزاری اور تمام امور میں بالعموم اور ادائے عبادت میں بالخصوص خدا سے مدد طلب کرنے اور پھر سیدھے راستے پر چلنے و گامزن رہنے کا سوال ہے اور اس (صراط مستقیم) سے مراد تمام عقائد واعمال، اخلاق و اطوار اور خدا تک پہنچانے والے راستوں میں سے سرکار محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور یہ مطلب (صراطِ مستقیم کی طلب) تمام مطالب عالیہ پر مشتمل ہے،

الفسوق فانها جميعاً صراط اعدائهم و كذافى الرّكوع والسّجود خضوع و تذلل للّٰه تعالىٰ لدفع ما فى الانسان من الكبر والفخر والعجب فامربان يضع مكارم بدنهٖ على التّراب عند ربّهٖ فكذا فى كل فعل من الافعال حِكَمٌ جسيمة و مصالح عظيمةٌ لا يفى بشرحها الكتب العظيمة و قد ورد فى الاخبار لكل فعل من افعال الصّلوة اسرار غريبةٌ و حكم عجيبة و انما او مأنا فى هٰذ المقام الى بعض منها من جهة التّمثيل والا لا يفى هٰذه الرّسالة و آلاف امثالها بشرح واحد منها فينبغى ان يرجع الانسان الى الاخبار الواردة فيها و فى اسرار جميع العبادات و حِكَمها و يأتى بكل فعل علىٰ وجههٖ ليكون كل فعل من افعالهٖ

پھران ذواتِ مقدسہ کے دشمنوں کے راستہ سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس میں تمام عقائدِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ، گمراہ کُن راہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کے دُشمنوں کا راستہ ہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں خشوع و خضوع اور اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار ہے تا کہ انسان میں جو کبر و نخوت ہے وہ دُور ہو جائے اس لیے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے افضل و اعلیٰ اعضاء کو اپنے پرودگار کے سامنے خاک پر رکھے اسی طرح افعالِ نماز میں سے ہر ہر فعل میں وہ عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ جن کی تشریح بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں سما سکتی۔ (تو اس مختصر رسالہ میں ان کی کہاں گنجائش ہے) اخبار میں نماز کے ہر ہر فعل کے عجیب و غریب اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس جگہ صرف بطور مثال بعض اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ یہ رسالہ کیا ایسے ہزاروں رسائل بھی صرف ایک حکمت و مصلحت کی تشریح و توضیح کے لیے کافی نہیں ہیں[1] پس انسان کو چاہیئے کہ نماز بلکہ تمام عبادات کے اسرار و رموز کے سلسلہ میں جو اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں ان کی طرف رجوع کرے اور ہر ہر فعل کو کما حقہ، بجالائے تا

[1] ہم نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں ان اسرار احکام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

وسيلةً لقربهٖ وسبباً لتكميل نفسهٖ وهادياً لهٗ الى سبيل نجاتهٖ

کہ اس کا ہر فعل قُربِ خداوندی کا وسیلہ، نفس کی تکمیل کا سبب اور طریقِ نجات کا راہبر و راہنما قرار پا سکے۔

دُعا و مناجات کا تذکرہ:

ثمّ اعلم ان اقرب الطّرق الى اللّٰه تعالىٰ كما هو ظاهر من كثير من الاخبار هو طريق الدُّعاء والمناجات

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ خدا تک پہنچنے کے جس قدر راستے ہیں اُن میں سے جو راستہ سب راستوں سے زیادہ قریب ہے وہ دُعا و مناجات والا راستہ ہے جیسا کہ بہت سے اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔

شرائط دُعا کا بیان:

لكن لهما شرائط من حضور القلب والتّوسّل وقطع الرّجاء عمن سواه والاعتماد الكامل عليه والتّوجّه فى صغير الامور و كبيرها و قليلها و كثيرها اليه سُبحانهٗ

لیکن دُعا و پکار کے کچھ شرائط ہیں (جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے) جیسے حضورِ قلب، توسُّل، غیر خدا سے قطع اُمید، خدا پر کامل اعتماد اور سب چھوٹے بڑے، کم و زیاد غرضیکہ تمام معاملات میں اسی ذات ذوالجلال کی طرف توجہ کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔

ادعیہ جات کے اقسام:

والادعيّة الماثورة على نوعين منها الاوراد والاذكار المؤظّفة المقرّرة فى كل يوم و ليلةٍ المشتملة على تجديد العقائد و طلب المقاصد و الارزاق و دفع كيد الاعداء و نحوذ الک وينبغى للمرء ان يجتهد فى حضور القلب والتوجّه

جو دُعائیں جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ھُدیٰ سے منقول ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔

پہلی قسم: وہ اوراد و اذکار ہیں جو ہر شب و روز میں مقررہ اوقات میں پڑھے جاتے ہیں جو عقائدِ حقہ کی تجدید، حاجات کی طلب، رزق کے حصول اور دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے اور اس قسم کے دوسرے مطالب حقہ پر مشتمل ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ

و التضرّع عند قرائتها لکن یلزم ان لایترکها ان لم یتیسّر ذلک۔

والثّانی المناجات و هی الادعیة المشتملة علی صفوف الکلام والتوبة والاستغاثة والاعتذار و اظهار الحُبّ والتّذلل والانکسار و ظنی انّه لا ینبغی ان یقرأ تلک الامع البکاء والتضرّع والخشوع التّام و ینبغی ان یترصّد الاوقات لها و لا یقرأ بدون ما ذکر فیشبه الاستهزاء وسخریّة و هذان القسمان من الدّعاء ببرکة اهل البیت عندنا کثیرة لا یفی الفرصة باشتغال عشر من اعشارها اما القسم الاوّل فاکثرها مذکورة فی مصباحی الشّیخ الطوسی و الکفعمی و کتابی السّمات و الاقبال لابن طاؤس فی ضمن التّعقیبات وادعیة الا سبوع و

ان دُعاؤں کے پڑھتے وقت اس پر حضور قلب، توجہ اور تضرع وزاری کی کیفیت طاری ہو لیکن اگر کسی وقت یہ کیفیت طاری نہ ہو تب بھی لازم ہے کہ ان دُعاؤں کا پڑھنا ترک نہ کرے۔ لان فیھا فوائد جمة۔

مناجات کا بیان:

دوسری قسم: مناجات ہے اور اس سے مُراد وہ خاص دُعائیں ہیں جو مختلف قسم کے کلام جیسے توبہ و استغفار، استغاثہ واعتذار، خلوص ومحبت اور ذلت و انکساری کے اظہار پر مشتمل ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک آدمی پر گریہ و بکا، خشوع وخضوع اور تضرع وزاری کی خاص کیفیت طاری نہ ہو اس وقت تک ان مناجاتوں کو نہ پڑھنا چاہئے اور اس قسم کے اوقات وحالات کا منتظر رہنا چاہئے ورنہ ایسی کیفیت کے بغیر ان کا پڑھنا تمسخر و مذاق اڑانے کے مترادف[1] ہے یہ دونوں قسم کی دُعائیں اہلبیت نبوتؐ کی برکت سے ہمارے پاس اسقدر بکثرت موجود ہیں کہ ان کے عشرِ عشیر کے پڑھنے کی بھی فرصت نہیں مل سکتی چنانچہ پہلی قسم کی دُعائیں

[1] سرکارِ علامہ کے پرمغز کلام میں بڑا وزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوشش کے باوجود وہ کیفیت طاری نہ ہو تو پھر بھی بموجب الوجود خیر من العدم (یعنی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے ان مناجات کا پڑھنا فائدہ سے خالی نہیں ہے (منہ عفی عنہ)

اعمال السَّنةِ و غيرها والقسم الثّانی ايضاً منشورة فی عرض تلک الکتب وغيرها کالادعيّة الخمسه عشر والمناجات المعروفة بالانجيليّة و دُعاء کميل النخعی و غيرها و الصّحيفة الکاملة جلهابل کلّها فی مقام الثّانی ثم ان بعض تلک الادعية يناسب حالة الخوف و بعضها للبلاء و بعضها للرخاء الی غير ذالک من الاحوال المختلفة التی ترد علی الانسان فينبغی ان يقرأ الانسان فی کل حالة ما يناسبها من الادعيّة مع التدبّر فی معانيها والبکاء والتضرّع فيها و انت اذا سلکت هذا المسلک ايقنت انه اقرب الطّرق الی اللّٰه تعالیٰ و به يحصل مقاصد الدّنيا و الاخرة

مصباح المتہجد شیخ طوسی اور مصباح کفعمی اور جناب سید ابن طاؤس کی کتاب مہج الدعوات اور کتاب اقبال میں تعقیباتِ نماز، ہفتہ کی دُعاؤں اور سال کے اعمال کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی دُعائیں بھی انھی یا ان جیسی دوسری کتابوں (جیسے زاد المعاد علامہ مجلسی اور مفاتیح الجنان محدث قمی اور ہماری کتاب زاد العباد وغیرہ۔ میں بکھری پڑی ہیں[1] جیسے مناجاتِ خمسہ عشر، مناجاتِ انجیلیہ اور دعائے کمیل وغیرہ اور صحیفہ کاملہ کی اکثر بلکہ تمام دعائیں اور مناجاتیں اسی دوسری قسم میں داخل ہیں پھر یہ بھی خیال رہے کہ بعض دُعائیں خوف وبیم، بعض بلا ومصیبت اور بعض آسائش وکشائش وغیرہ مختلف انسانی حالات وکیفیات سے مناسبت رکھتی ہیں پس آدمی کو چاہیئے کہ ہر حالت میں وہ دُعا و مناجات پڑھے جو اس حالت کے مطابق ہے جب تم اس راستہ پر گامزن ہو گے تو تمھیں یقین حاصل ہو جائے گا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کا قریب ترین راستہ یہی ہے اور اسی سے دنیا و آخرت کے مقاصد ومطالب حاصل ہوتے ہیں۔

[1] بفضلہ تعالیٰ ہم نے ان ہر دو قسم کی دعاؤں اور مناجاتوں اور سال بھر کے اعمال وعبادات اور زیارات عتباتِ عالیات پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی ہے جس کا نام زاد العباد لیوم المعاد ہے (منہ عفی عنہ)

ثمّ اعلم ان اعظم سعادات النّفس الاخلاق الحسنة الزكيّة من الخلوص والطهارة والجود والسّخاء والاخلاص و المسكنة والحكم و غيره من الاخلاق الحسنة الّتى استحسنها الشّرع والعقل و اقوىٰ مهلكات النّفس الاخلاق الذّميمة الرديّة من البُخل و الجبن و الكبر والعُجب والرّياء والغضب والحقد و غيرها من المهلكات الردّيه الّتى استقبحها العقل والشّرع فيجب على الانسان السّعى فى التخلّى عن الاخلاق السّيئة والتحلّى بالاطوار المرضيّة

اخلاق حسنہ اور اخلاق سَیّئہ کا بیان:

جاننا چاہیئے کہ نفسِ انسانی کی سب سے بڑی سعادت اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ[1] ہیں جیسے خلوص و پاکیزگی، جود و سخا، اخلاص و ایثار، عاجزی و انکساری وغیرہ وہ تمام اخلاقِ حَسَنہ جو عقلاً وشرعاً مستحسن ہیں اور نفس انسانی کی سب سے بڑی ھلاکت اخلاقِ رذیلہ وردیّہ ہیں جیسے بخل و کنجوسی، بُزدلی وروباہی، کبر ونخوت، ریاء و سمعہ، غیظ و غضب اور حقد وکینہ وغیرہ مہلکاتِ نفس جو عقلاً و شرعاً قبیح ہیں، پس انسان پر لازم ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے اپنے دامن کو بچانے اور اخلاقِ جمیلہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی پوری پوری کدو کاوش کرے۔

[1] اخلاقِ جلیلہ وجمیلہ کی عظمت واہمیت کسی تشریح وتوضیح کی محتاج نہیں ہے اس سلسلہ میں سرکار خاتم الانبیاء کا یہی ارشاد کافی ہے کہ: انما بعثت لا تمم مكارم الاخلاق مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کردوں۔ اس ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد اور غرض و غایت ہی مکارم الاخلاق کی تکمیل قراردی ہے حقیقت یہی ہے کہ انسان کی انسانیت کا دارومدار ہی عمدہ اخلاق واطوار پر ہے۔ ولنعم ماقیل

اقبل على النّفس و استكمل فضائلها
فانت بالنّفس لا بالجسم انسان

اور اس سلسلہ میں علم الاخلاق کی مبسوط کتابوں کے علاوہ ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی جلد اول کتاب الطہارت باب الاخلاق الحسنہ والسیئہ کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ (منہ عفی عنہ)

وزعمت الصّوفية انهما انّما يحصلان بترک المالوفات والاعتزال عن الخلق وارتكاب المشاق و ملازمة الجُوع المنهمک والسّهر الدّائم و سائر ما هو طور هم و دائبهم و انّی وجدت من يقاس تلک الشّدائد منهم تزيد اخلاقه الرّديّة و تقل اخلاقه الحسنة اذ يغلب عليه السّوداء فلا يمكن لاحدان يكلم معهم بكلمةٍ لسوء خلقهم و يقوی تكبّرهم و عُجبهم بحيث يظنّون انهم تجاوزوا عن درجة الانبياء و يبغضون جميع الخلق ويستوحشون منهم و كذا سائر صفاتهم لكن لا يظهر ذٰلک

صوفیوں کی غلط روِش و رفتار پر تنقید:

صوفی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقصد (اخلاق رذیلہ سے تخلّی اور اخلاقِ جمیلہ سے تحلّی) مالوف اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، (ناجائز) مشقتیں جھیلنے کمزور کنندہ، بھُوک برداشت کرنے اور ہمیشہ جاگتے رہنے یا اس قسم کے دوسرے ان اعمال سے حاصل ہوتا ہے جن کی بجا آوری ان لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

میں نے (صوفیوں میں سے) بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنھوں نے (مذکورہ بالا) شدائد و تکالیف جھیلے ہیں مگر (بجائے اس کے کہ ان کے اخلاقِ جمیلہ بڑھتے اور اخلاقِ ردیہ کم ہوتے) اُلٹا ان کے اخلاقِ سَیّئہ میں اضافہ ہوگیا ہے اور اخلاقِ حَسَنہ کم ہوگئے ہیں کیونکہ (ان غلط قسم کی ریاضتوں اور چلّہ کشیوں کی وجہ سے) ان پر سودا کا غلبہ ہوجاتا ہے اس لیے ان کی بدخُلقی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی شخص ان سے بات چیت نہیں کرسکتا اور ان کا عُجب و تکبّر اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ یہ گمانِ فاسد کرنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء کے درجہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس لیئے وہ تمام لوگوں کو بُرا سمجھتے ہیں اور ان سے وحشت و نفرت کرنے لگتے ہیں یہی کیفیت ان کے دوسرے صفات وحالات کی ہے لیکن

للخلق لعدم معاشرتهم و معاملتهم معهم

ان لوگوں کے یہ حالات عام لوگوں پر اس لیے ظاہر نہیں ہوتے کہ اُن کو ان کے ساتھ رہن سہن اور لین دین کا اتفاق نہیں ہوتا۔ (یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم)

و ظنّی ان طریق معالجة ذالک ان یتوسّل الی اللّٰه تعالیٰ فی دفع تلک الرّذائل ثم یتفکر فی سُوء عواقبها و عیوب نفسهٖ وردائة اصلهٖ و ما ینتهیٰ الیه حاله و نقص اعمالهٖ و نیاتهٖ ثم یعالج کل خصلة بتمرین النّفس علی ضدها حتّٰی یصیر ضد ها له خلقاً و عادة و فی اثناء ذالک یتدبّر فی الأخبار الواردة فی ذمها و مدح ضدها و کتاب الکفرو الایمان من الکافی مشحون بها

اخلاقِ رذیلہ سے گلو خلاصی کرانے کا طریقۂ کار:

میرا خیال یہ ہے کہ بُرے اخلاق سے گلوخلاصی کرانے کا (وہ طریقہ دُرست نہیں ہے جو صوفیوں نے گھڑ رکھا ہے بلکہ اس کا) صحیح طریقۂ کار یہ ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ سب سے پہلے تو ان صفاتِ رذیلہ کے ازالہ کے سلسلہ میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں رجوع کرے، پھر ان اخلاقِ رذیلہ کے بُرے انجام، اپنے نفس کے عیوب، اپنی اصل حقیقت کی ردائت و دنایت[1]، اپنے انجام اور اپنے اعمال و نیات کے ناقص ہونے میں غور وفکر کرے۔ بعد ازاں نفس کو اس کی ہر بُری صفت کی ضد یعنی اچھی صفت کے اختیار کرنے پر آمادہ کرے یہاں تک کہ وہ صفت اس کی خصلت و عادت بن جائے، اس اثناء میں ان اخبار وآثار میں بھی برابر غور وتدبر کرتا رہے جو بُرے اخلاق کی مذمت اور اچھے اخلاق کی مدحت میں وارد

[1] جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی ابتداء وہ نطفۂ گندیدہ ہو کہ جس کا ایک قطرہ خارج ہونے سے غسلِ جنابت واجب ہو جائے اور انتہا وہ مُردہ ہو کہ جسے چھونے سے غسل مَسِ میت واجب ہو جائے اسے تکبّر اور بڑائی کا دعویٰ کرنا زیب نہیں دیتا۔ (منہ عفی عنہ)

مثلاً صاحب البُخل يداوى نفسهٗ بعد التوسّل اليه تعالیٰ و التّفکّر فی ان المال لا ينفعهٗ بعد الموت والعطاء ينفعه و ان اللّٰه يخلفهٗ ولا يخلف وَعْده ثم يتدبّر فی الأيات و الاخبار الواردة فی ذمهٖ و يزجر نفسه علی العطاء ففی المرتبة الاولیٰ يشق و فی الثانية يسهل الی ان يصير العطاء لهٗ عادة و خلقا لا يمكنه تركه و كذا صاحب الترفّع فی المجالس يعالج نفسه بعد ما ذكرنا ان يجلس مرارادون ما يليق به من المجلس الی ان يصير لهٗ خلقاً و هٰكذا فی سائر الاخلاق و افضل ما يقرأ فی التوسّل دعاء أن فی الصّحيفة الكاملة لمكارم الاخلاق

ہوئے ہیں۔ ''اصول کافی باب الکفر والایمان اس قسم کی حدیثوں سے لبریز ہے۔ مثلاً ایک بخیل آدمی ازالۂ بخل کے سلسلہ میں خدا سے متوسل ہونے کے بعد اس بات میں غور وفکر کرے کہ مرنے کے بعد مال اسے فائدہ نہیں دے گا بلکہ اس کا (نیک کاموں میں) خرچ کرنا اس کو فائدہ دے گا اور اللہ اسے اس کا بدل دے گا اور خدا نے اس سے اجر وعوض کا جو وعدہ کیا ہے وہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

پھر ان آیات وروایات میں تدبّر کرے جو بخل کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں اور پھر اپنے نفس کو بخل پر سرزنش کرے تا کہ وہ عطا و بخشش پر آمادہ ہوجائے۔ چنانچہ پہلی بار اس پر بخشش شاق ضرور گذریگی مگر دوبارہ آسان معلوم ہوگی یہاں تک کہ عطاء و بخشش اس کی عادت بن جائے گی (پھر اسے عطا کرنے میں لُطف محسوس ہوگا)۔ اسی طرح جس (متکبّر مزاج آدمی کو) مجالس ومحافل میں بلند جگہ پر بیٹھنے کی عادت ہے وہ اس کا علاج اس طرح کرے کہ پہلے (بخیل کے بارہ میں) مذکورہ بالا انداز پر غور وفکر کرنے کے بعد (عملاً) بار بار اپنی شان کے لائق منصب و مقام سے پست تر جگہ پر بیٹھنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ یہ (خاکساری و انکساری) اس کی خصلت و عادت بن جائے۔ یہی ترکیب دوسرے تمام اخلاقِ رذیلہ کو دُور کرنے اور

والاستعاذة من سوءِ الاخلاق و ملازمة العبادة بشرائطها كافية فی رفع تلک المهلکات ولا یحتاج الانسان الی ارتکاب البدع والتشریعات فیکون دفعاً لِلفاسِد بالافسد.

اخلاقِ حَسَنہ حاصل کرنے کے لیئے سودمند ہے، اس سلسلہ میں بارگاہ ایزدی میں توسل و درخواست پیش کرنے کے بارے میں سب سے افضل دو دُعائیں ہیں جو صحیفۂ کاملہ میں موجود ہیں ایک دعائے مکارم الاخلاق دوسری دُعاءِ الاستعاذہ من سوءِ الاخلاق حقیقت یہ ہے کہ اگر شرعی عبادات کو ان کے مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ بجالایا جائے تو وہی اخلاقِ مہلکہ کو دُور کرنے کے لیے کافی ہیں (صوفیوں کی طرح) بدعات اور خود ساختہ وظائف کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ورنہ یہ فاسِد کا دفاع اَفسد سے اور باطل کا ابطال ابطل سے ہوگا۔

ثم اعلم یا اخی ان النّوافل الیومیة و صلوة اللّیل متمّمة للفرائض و هی من سَنن النبیؐ لم یترکها الی ان مضی من الدّنیا فلا تترکها و ان ترکتها فاقضها حیث ما تیسرت

نوافِل اور نمازِ تہجّد کا بیان:

اے برادرِ ایمانی! تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ نوافلِ یومیہ اور نمازِ تہجد فرائض یومیہ کی (کمی) کے متمم (تمام کنندہ) ہیں اور یہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سنن میں سے ہیں جن کو آنحضرتؐ نے دارِ دُنیا سے رخصت ہونے تک مُدت العمر میں کبھی ترک نہیں کیا اس لیے تم بھی انہیں ترک نہ کرو اور اگر کبھی ترک ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی قضا بجالاؤ [1]

[1] متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص سنن و نوافل کو خفیف سمجھ کر بلا عذر نہیں پڑھتا اسے بروز محشر (هذا مستخفف لِسُنّة رسولِ الله) کہہ کر پکارا جائے گا۔ (منہ عفی عنہ)

و علیک من الصّوم بالخمیس الاوّل والأخرو الاربعاء الاولیٰ من العشر الاوسط فانها ایضاً من سُننہٖ و علیک فی صَلٰوۃ اللّیل بالدّعوٰت والتّضرّع والبکاء فان ھٰذا الوقت من اللّیل محل قرب العبد من الرّب و باب الدّعاء والرّحمَة و المناجَاۃ مفتوح والقلب مجتمع والعمل فیه اقرب من الخلوص کما قال اللّٰه تعالیٰ انّ ناشئة اللّیل ھی اشدّ وطأً و اقوم قیلاً و علیک فی ذٰلک الوقت بالدُّعاء لاخوانک المؤمنین تفصیلاً فانّه اقضیٰ لحاجتک و انت فیه بمثلی ما طلبت لھم بل باضعافہٖ

و علیک فی تعقیب صلوٰۃ

مستحبی روزوں کا بیان:

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی پہلی اور آخری جمعرات اور درمیانے عشرہ کے پہلے بدھ کو روزہ رکھا جائے کیونکہ یہ بھی آنحضرتؐ کے سننِ مقدسہ میں سے ایک سُنت ہے اسی طرح نمازِ شب کو اس کی مخصوص دُعاؤں اور تضرع وزاری کے ساتھ ضرور بجا لاؤ کیونکہ رات کا یہ وقت بندے کے لیے اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کا بہترین محل و مقام ہے اور اس وقت دُعا و رحمت اور مناجاۃ کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس وقت خاطر جمع ہوتی ہے اور عمل خلوص کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (چونکہ خدا کے سوا اُس وقت اور کوئی شاذ و نادر ہی دیکھتا ہے) جیسا کہ خدا فرماتا ہے: ”رات کا اُٹھنا ہے تو بڑی زحمت کا باعث مگر بات چیت کیلئے بہت موزوں ہے۔“ نیز اُس وقت لازم ہے کہ اپنے برادرانِ ایمانی کے لیے بالتفصیل (نام بنام) دُعا کرو کیونکہ ایسا کرنا خود تمھاری حاجت برآری کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو کچھ اپنے دینی بھائیوں کیلئے طلب کروگے اس کے دو برابر بلکہ کئی گنا زیادہ خدا تمھیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور دُنیوی حاجات بھی برلائے گا۔

تعقیباتِ نمازِ پنجگانہ کا بیان:

نمازِ صبح کے بعد تم پر (سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے

الفجر با لدّعوات والاذكار الماثورة و المواظبة عليها فان تلك السّاعة ساعة تقسيم الارزاق و عليك بعد ذالك فى مشيك و قيامك و قعودك عداوته ذكر: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ للّٰهِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فانها اركان عرش العبادة والمعرفة ثم الصّلوة على النبیؐ فانها افضل الاعمال ثم

مواظبة قدر وافٍ من هذهٖ الاذكار الاربعة الواردة فى القرآن و الاخبار مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لتيسير الامور وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلِ لدفع الخوف من الاعداء و الشّدائد و لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ لدفع هموم الدّنيا و الأخرة و غمّها وَ اُفَوِّضُ اَمرِیْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد. لدفع كيد الاعداء

منقول اوراد و ظائف اور دعاؤں کا پڑھنا اور ان پر مداومت کرنا لازم ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم ہوتا ہے۔ بعد ازاں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے (تسبیحات اربعہ) پڑھنے پر مداومت کرو (اور وہ یہ ہیں): سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَر کیونکہ یہ تسبیحات عرش عبادت و معرفت کے ستون ہیں۔ پھر سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود وسلام بھیجنا افضل ترین عمل ہے، پھر درج ذیل اذکارِ اربعہ کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں کافی مقدار میں پڑھنے پر مواظبت کرو اور وہ یہ ہیں۔

بعض اذکار و اورادِ مسنونہ کا بیان:

(۱) وسعتِ رزق اور تسہیل امور کیلئے:

مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(۲) شرِ اعداء اور شدائد سے حفاظت کیلئے:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل

(۳) دُنیا و آخرت کے ہموم و غموم کے دفعیہ کیلئے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

(۴) دشمنوں کے مکروفریب سے بچنے کیلئے:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ

ولاقل ما تواظب علیه من الاذکار کل یوم

اذکار و اوراد کی کم از کم وہ مقدار جو ہر روز پڑھنی چاہیئے وہ یہ ہے:

ان تصلّی علیٰ محمّد و آل محمّد مِأةِ مَرَّة و فی یوم الجمعۃ و لیلتھا الف مرّۃ

(۱) سرکارِ محمد و آل محمد علیہم السلام پر ہر روز ایک سو بار اور شب و روزِ جمعہ میں ایک ہزار بار درود و سلام

و ان تقول کل یوم ثلٰث مِأةِ و ستّین مرّۃ عدد عروق الجسد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن علیٰ کل حال و ان قرأت ذالک عند کل صباح و مساء فھو افضل

(۲) ہر روز جسم کی بڑی بڑی رگوں کی تعداد کے مطابق تین سو ساٹھ مرتبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلیٰ کُلِّ حالٍ

اور اگر ہر صبح و شام یہ مقدار پڑھی جائے تو افضل ہے

و قل فی کلّ یوم استغفر اللّٰه سبعین مرّۃً و اتوب الی اللّٰه سبعین مرّۃً و اکثر فی الاستغفار فانّه یکفّر الذّنوب و یزید فی الرّزق و فی الاولاد

(۳) ہر روز ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اور ستر بار اَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ۔ جس قدر ہو سکے استغفار زیادہ کرو کیونکہ یہ بخششِ گناہاں، وسعتِ رزق اور کثرتِ اولاد کا باعث ہے۔

و اقراء کلّا من التّسبیحات الاربعة ثلثین مرّۃ

(۴) تسبیحاتِ اربعہ (ہر نماز کے بعد) تیس مرتبہ

و قل کل یوم مِأة مرّۃ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الحق الْمُبِیْن و ان تقدر فثلثین مرّۃ

(۵) ہر روز سو مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم تیس مرتبہ پڑھنا ترک نہ کیا جائے۔

و قل کل یوم ماۃُ مرّۃ لَا حَوْلَ

(۶) ہر روز سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا

وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ورد کیا جائے

و قل کل یوم عشر مرّات اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ حْدَهٗ لا شریک له اِلٰهاً و احِداً اَحَداً صَمَداً لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلا وَلَدًا

(۷) ہر روز دس بار اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهاً وَاحِدًا اَحَداً صَمَدً الَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَ لا وَلَدًا. پڑھا جائے۔

و قل قبل طلوع الشّمس و غروبها عشر مرّات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحيِ و يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيٍ قديرٌ.

(۸) طلوع وغروبِ آفتاب سے قبل دس دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ و يُمِيْتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلٰى كل شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

وعشر مرّات اَعُوذُ بِاللّٰه السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم فانَهٗ قدورد فى الاخبار انهما سُنتان واجبتان و اذا نسيتهما فى وقتهما فاقضهما

(۹) طلوع وغروب سے پہلے دس بار اَعُوْذُ بِا اللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنَ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ يَّحْضُرونِ اَنَّ اللّٰهِ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم۔ اخبار میں وارد ہے کہ یہ دونوں ذکر سُنّت واجب ہیں لہٰذا اگر بروقت ان کا پڑھنا بھول جاؤ تو ان کی قضا کرو۔

و قل ماة مرّة بعد صَلٰوة المغرب و الغدٰة.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْم وان لم تقدر فسبع مرّات فانها امان من سبعين نوعاً من البلاء

(۱۰) نمازِ صبح اور مغرب کے بعد سو بار

بسم الله الرحمن الرحيم لا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم سات بار ضرور پڑھو کیونکہ یہ ذکر ستر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں سے باعثِ امن وامان ہے۔

و اکثر فی قرأة سورة قُلْ هُوَ اللّٰه اَحَد. وَ اِنَّا انزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْر و ان قدرت ان تقرأ انا انزلناه فی لیلة ماة مرة فافعل

(۱۱) سورۂ توحید (قُلْ هُوا اللّٰهُ احَد) اور سورہ قدر (اِنَّا انزلناهُ فِیْ لَیْلَةُ القَدْر) کو بکثرت پڑھو اگر ممکن ہو تو ہر روز سو بار سورۃ القدر پڑھا کرو

وقرائة آیة الکرسی و شهد اللّٰه و قل اللّٰهم وسورة الحمد و قل هو اللّٰه احد بعد کل صلوٰة و قدورد علی جمیع ما ذکر لک الاخبار و لا شک ان کنت مؤمناً باهل بیت نبیّک انها افضل من الاوراد الفتحیة الّتی الفهاحتالة من الجاهلین المبتدعین من اهل السُّنَة التارکین الاقتداء باهل البیت

(۳) نیز ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی، آیت شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ سورۂ حمد اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھو۔

اُوپر جو کچھ اور ادواذکار بیان کیے گئے ان سب کے متعلق معصومینؑ کے اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں اگر تمھارا اہلبیتِ نبوتؑ پر ایمان ہے تو تمھیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وظائف اورادِ فتحیہ (اور دُعائے ختمی اور دعائے گنج العرش وغیرہ) سے بدرجہا بہتر و برتر ہیں جو اہلِ سنت کے چند جاہل بدعتی اور خاندانِ نبوّت کی اقتداء کے تارک لوگوں کے مرتب کردہ ہیں

و علیک بصلوة جعفر بن ابی طالب و اقلّها کل اسبوع مرّة و عند الشّدائد فانّها مجرّبة لقضاء الحوائج و علیک بتحصیل کتب الدُّعاء و الاعمال المختصة بالایّام و اللّیالی فان لکل منها تاثیراً خاصاً

اسی طرح تم پر نمازِ جعفر بن ابی طالبؓ (طیار) کی بجا آوری بھی لازم ہے، کم از کم ہفتہ میں ایک بار اور شدائد و مصائب کی یلغار کے وقت اسے (بار بار) پڑھنا چاہیئے کیونکہ حاجت برآری کیلئے اس کا پڑھنا مجرّب ہے۔ نیز تم پر ان کتابوں کی جمع بندی بھی لازم ہے جن میں عام دُعاؤں کے علاوہ ان اعمال کا بھی تذکرہ ہے جو شب و روز کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کا قرب

فی التّقرّب الی اللّٰه

و ایّاک و اتباع الاعمال الّتی لم تراها فی الکتب المعتبرة من اخبار الشّیعة فانّه قال رسولُ اللّٰه قلیل فی سُنّة خیر من کثیر فی بدعة

و علیک بقلّة الاکل و النوم لا ترک الحیوانی او شئیٍ مما انعم اللّٰه به علیک و لا بحیث ینحف ولا تقدر علی العمل فان البدن مطیتک و تحتاج الی تقویتها للاعمال الکثیرة و علیک بالسّعی فی حلیة اکلک و ملبسک و بُعدِ هما من الشّبهات بل جمیع ما تصرفه لنفسک او وجوه البر

و علیک بقلّة مصاحبة الفاسقین و الظّٰلمین و معاشرتهم فان لصحبتهم تاثیراً عظیماً فی قساوة القلب و بُعدک عن اللّٰة الا

خداوندی حاصل کرنے میں ایک خاص اثر ہے۔[1]

خود ساختہ اوراد کی مذمت:

خبردار ان اعمال کو ہرگز نہ بجالانا جن کو شیعہ کی کتب معتبرہ میں نہ پاؤ۔ جناب رسولِ خدا کا ارشاد ہے کہ سُنّت کے مطابق تھوڑا سا عمل، خلافِ سُنت (بطور بدعت) بہت سے عمل سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

زرّیں ہدایات:

تم پر تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا لازم ہے نیز یہ کہ حیوانات کا کھانا اور حلال اور جائز نعمتوں کا استعمال بالکل ترک نہ کر دینا جس سے تم اس قدر کمزور ہو جاؤ کہ عمل بھی نہ بجالا سکو کیونکہ بدن تمھاری سواری ہے اور بہت سے اعمال و عبادات کیلئے تم اس کی تقویت کے محتاج ہو۔ نیز کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں بلکہ ان تمام چیزوں میں جنھیں تم اپنے ذاتی مصارف یا کسی نیکی کے کام میں صرف کرتے ہو یہ سعی و کوشش لازم ہے کہ وہ حلال ہوں اور شُبہات سے دور ہوں۔

اچھے ہمنشیں کے اوصاف:

اسی طرح جتنا ہو سکے فاسقوں اور ظالموں کی صحبت اور ہمنشینی کم کرو کیونکہ اس صحبت کو قساوتِ قلبی اور خدا سے دُوری میں بڑا دخل ہے۔ ہاں البتہ اگر تمھاری غرض یہ ہے کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو یا کسی

[1] اس سلسلہ میں بفضلہٖ تعالیٰ ہماری کتاب زاد العباد لیوم المعاد کافی ووافی ہے (منہ عفی عنہ)

ان تجد فی نفسک ان غرضک هدایتهم او دفع ظلم عن مظلوم او کنت تتقی منهم و علیک ان تختار من تجالسه و تصحبه و یکون معیناً الی اخرتک ولا تصاحب کل من تراه فان صحبة اکثر اهل زمانک تضرّ بدینک و دُنیاک قال الحوّاریون لعیسیٰ علیه السّلام یا روح اللّٰه من نجالس قال من یذکرکم اللّٰه رؤیته و یزیدکم فی العلم منطقه و یرغبکم فی الاخرة عمله

مظلوم سے (ان کے) ظلم کو دُور کرو یا (ان سے) ترکِ تعلق میں جان یا مال کا خوف ہو (تو ان صورتوں میں ان سے ظاہری میل جول رکھنا جائز ہے۔) نیز ضروری ہے کہ کچھ ایسے ہمنشیں اختیار کرو جن کی ہمنشینی تمھارے لیے آخرت سنوارنے میں مددگار ہو۔ ہر شخص کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ اکثر اہلِ زمانہ وہ ہوتے ہیں جن کی صحبت دین و دُنیا میں ضرر رساں ہوتی ہے۔ (وارد ہے کہ) حواریین نے جناب عیسیٰ کی خدمت میں عرض کیا: ''یا روح اللہ! ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں؟'' فرمایا: اس کے پاس بیٹھو جس کا دیکھنا تمھیں خدا یاد دلائے، جس کی گفتگو تمھارے علم کو بڑھائے اور جس کا عمل تمھیں آخرت میں رغبت دلائے۔ اور چاہیئے کہ تم غیر ضروری باتوں میں دخل دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرو۔

و ینبغی ان تسکت عمالا یعنیک ولا تتکلم فی الحلال و الحرام بغیر علم فان المفتی علی شفیر جهنّم و قد قال اللّٰه تعالیٰ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ و ایضاً قال و یوم القیٰمة تری الذین کذبوا علیٰ اللّٰه

مداخلت فی الدین سے اجتناب کی تلقین:

بغیر دینی علم کی بصیرت کے حلال وحرام کے احکام میں لب کشائی نہ کرو کیونکہ فتویٰ دینے والا شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے (کہ ادھر تھوڑی سی لغزش ہوئی اور اُدھر جہنم میں گرا۔) خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا پر افترا پردازی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔ نیز فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ

وجوههم مسودة

و ينبغى ان تغتنم صحبة العلماءِ الرَّبّانيّين و تاخذ عنهم معالم دينک و تلاقى الزّاهدين بل المتعبدين كثيراً ليعظک اعمالهم و اقوالهم و اطوارهم و ايّاک ان تظن بالمؤمنين الاخيراً و عليک ان تحمل كل ما ترى منهم على المحامل الصّحيحة الحسنة و عليک بذكر الله عند البلايا والصبر عليها و عند النعم فتشكر ربّک فيها و عند الطّاعة فتعملها و عند المعصية فتتركها مخافة الله عزّوجل و عليک بمطالعة الاخبار الواردة فى صفات المؤمنين والمتّقين خصوصاً خطبة اميرالمؤمنين الّتى القاها على همام و قد كتب والدى العلّامۃ عليها شرحاً جامعاً فعليک

بولتے ہیں تم بروزِ قیامت دیکھو گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہونگے۔(العیاذ باللہ)

صُحبتِ عُلَماء وزُہاد کا بیان:

علماءِ ربانیین کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان سے دینی معلومات حاصل کرو اور زاہدوں بلکہ عام عبادت گزاروں سے (میل ملاقات رکھو) تا کہ ان کے اعمال، اقوال اور اخلاق واطوار سے پند ونصیحت حاصل کرو۔ خبردار! اہلِ ایمان کے متعلق کبھی بدگمانی نہ کرو بلکہ ان سے حُسنِ ظن رکھو اور ان کے ہر قول و فعل کو اچھے محمل پر محمول کرو اور بلاء ومصیبت، نعمت و راحت اور اطاعت ومعصیت غرضیکہ ہر حال میں خدا کو یاد کرو لہٰذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر اس کا شکر کرو، طاعت کے کام کو بجالاؤ اور معصیت کو خوفِ خدا کی وجہ سے ترک کرو، نیز مؤمنین ومُتقین کے اوصاف میں جو اخبار وارد ہوئے ہیں ان کا ضرور مطالعہ کرو بالخصوص جناب امیرالمؤمنین کا (وہ بے مثال) خطبہ جو انھوں نے جناب ہمامؒ کی استدعا پر مُتقین کے صفات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جسکی بڑی جامع شرح میرے والدِ علّام (مُلّا محمد تقی مجلسیؒ) نے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ ضرور کرو (جو نہج البلاغہ میں موجود ہے) [1]

[1] افسوس کہ وہ شرح تا حال زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ (لعل الله يحدث بعد ذالک امراً (منہ عفی عنہ)

بمطالعتهٖ

ثم اعلم یا اخی ان ما القیت الیک فی هٰذه الرّسالة اخذتها کلها من معادن النبوّة و ما اقول من تلقاء نفسی و ایّاک ان تظن بالوالد العلّامة نور اللّٰه ضریحه انهٗ کان من الصّوفیة و یعتقد مسالکهم و مذاهبهم حاشاه عن ذالک و کیف یکون کذالک و هو کان آنس اهل زمانهٖ باخبار اهل البیت علیهم السّلام و اعلمهم و اعملهم بها بل کان یسلک مسالک الزُّهد و الورع و کان فی بدو امرهٖ یتسمّٰی باسم التّصوّف لیرغب الیه هٰذه الطّائفة و لا یتوحشوا منه فیرو عهم عن تلک الا قاویل الفاسدة والاعمال المبتدعة و قدهدیٰ کثیراً منهم الی الحق لهٰذهٖ المجادلة الحسنة و لمارای فی

اظہارِ حقیقت:

برادرانِ ایمانی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے جو کچھ (عقائد و حقائق) اس رسالہ میں بیان کیے ہیں وہ سب میں نے معدنِ نبوتؑ یعنی خاندانِ رسالتؐ سے حاصل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ خیال رکھنا والدِ علامہ (خُدا ان کی قبر کو منوّر فرمائے) کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ صوفیوں میں سے تھے اور ان کے مسلک و مذہب پر اعتقاد رکھتے تھے، ہرگز ایسا نہیں بھلا ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ وہ تمام ابناءِ زمان سے زیادہ اخبارِ اہلِ بیت کے ساتھ مانوس تھے، اور سب سے زیادہ عالمِ باعمل، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زُہد و وَرَع اور پرہیزگاری کے مسلک پر گامزن تھے ہاں البتہ ابتدا میں اپنے آپ کو صوفیت کے نام سے اس لیئے موسوم کرتے تھے کہ یہ گروہ ان کی طرف راغب ہو اور ان سے وحشت نہ کرے تا کہ اس حیلے بہانے سے ان کو اُن کی اقاویلِ فاسدہ اور اعمالِ خودساختہ سے باز رکھ سکیں چنانچہ انھوں نے اس مجادلۂ حسنہ سے بہت سے لوگوں کو حق و حقیقت کی طرف ہدایت کی لیکن جب آخر عمر میں انھوں نے دیکھا کہ یہ مصلحت ختم ہوگئی اور ضلالت و طغیان کے نشان بظاہر بلند ہوگئے ہیں اور گروہ شیطان غالب آگیا ہے اور ان کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ کھلم کھلا دشمن ہیں تو انھوں نے ان

آخر عمره ان تلک المصلحة قد ضاعت و رفعت اعلام الضّلال والطّغیان و غلبت احزاب الشّیطان و علم انهم اعداء اللّٰه صریحاً تبرأ منهم و کان یکفرّهم فی عقائدهم الباطلة و انا اعرف بطریقته و عندی خطوطه فی ذالک و لیکن هذا آخرما اردنا ایراده فی هٰذه الرسالة و ارجو من فضل اللّٰه تعالیٰ ان ینفعک بما القیت الیک و التمس منک ان لا تنسانی فی مظان اجابة الدُّعاء و فّقنا اللّٰه و ایّاک لما یحبّ و یرضیٰ و جعلنا و ایّاک ممن یذکّر فتنفعه الذّکریٰ والسّلام عَلیٰ نبیّ الھُدیٰ و آلِهِ العظماء.

سے بیزاری اختیار فرمائی اور ان کے عقائد باطلہ کی وجہ سے ان کی تکفیر بھی فرماتے تھے۔ میں سب لوگوں سے زیادہ ان کے طریقہ سے واقف ہوں (لان اھل البیت ادریٰ بما فی البیت) اور اس سلسلہ میں میرے پاس ان کے کئی مکتوبات بھی موجود ہیں ہم اس رسالہ میں جو کچھ لکھنا چاہتے تھے اس تحریر کو اس کا آخر ہونا چاہیئے، مجھے خدا کے فضل وکرم سے اُمید کامل ہے کہ میں نے جو کچھ یہاں پیش کیا ہے وہ اس سے ضرور تمھیں فائدہ پہنچائے گا۔ تم سے التماس ہے کہ اجابتِ دُعا کے اوقات میں مجھے دُعائے خیر سے کبھی فراموش نہ کرنا (اور یہی اس احقر مترجم وشارح کی قارئینِ کرام سے استدعا ہے۔)

خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور تمھیں ان لوگوں سے بنائے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں اور نصیحت ان کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ درود وسلام ہو رُشد وھدایت کے نبیؐ اور ان کی عظیم الشان آلؑ پر

والسّلام علیکم و رحمة اللّٰه و برکاتهٗ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه ربّ العٰلمین۔

مترجم و محشی

حضرت آیت اللہ الحاج **الشیخ محمد حسین نجفی** مجتہد العصر مدظلہ العالی

کے دیگر شاہکار آثار خالدہ جو عالم اسلام کے صاحبان علم وانصاف سے خراج تحسین وآفرین حاصل کر رہے ہیں
ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں

☆ احسن الفوائد فی شرح العقائد۔ عقائد اسلامی وایمانی پر مشہور زمانہ محققانہ تصنیف

☆ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ۔ موجودہ دور میں تمام اختلافی عقائد پر قرآن وسنت کی روشنی میں حرف آخر

☆ فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن۔ قرآن کریم کی کم نظیر تفسیر جو دس جلدوں میں مکمل طور پر شائع ہو چکی ہے